دلکش

حصہ دوم

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

مصنف

ملک العزیز ورجنا، منصور موہنا، حسن انجلینا وغیرہ وغیرہ

جس کو

شیخ ... رام منیجر مولچند اینڈ کو شاہ عالمی دروازہ بازار سیٹھاں لاہور

نے

رفاہ عام کے لئے

۱۹۱۷ء

میں

نایاب کتب

کلید امتحانات طبی (علم طبابت کے طریق)

یہ عجیب و غریب پیرائے میں درج ہیں یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہو چکی ہے
قیمت (۱۰ار)

فوٹوگرافی (ہے عام شائقین کے فائدے)

کے لئے اور بے روزگاروں کے لئے تجارت و سودیشی کا منبع جاری کرنے کے لئے ایک کتاب بنام فوٹوگرافی جو کہ ولایت سے انگریزی میں مبلغ عـــہ روپیہ کو ملتی ہے۔ اس کا عام فہم ترجمہ کر کے اردو میں چھپوایا ہے۔ اور قیمت نہایت ہی قلیل صرف (عہ) رکھی ہے۔ جس میں فوٹو چھاپنا اور چھوٹی تصویروں کو بڑا کرنا۔ اس کتاب میں تصویریں چھاپنا وغیرہ درج ہے۔ ہر ایک معمولی آدمی اس کتاب کے ذریعہ سے پانسو روپیہ ماہوار کما سکتا ہے۔ اچھی مطبع سے تیار ہو کر نکلی ہے۔ قیمت (عہ)

مخزن ادویات انگریزی

ادویات کے نام اور فائدے اور نام بھی درج کئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی نسخہ جات ڈاکٹری جو کہ ہر ایک مرض کے واسطے تیر بہدف ہیں اور آجکل کی نئی روشنی اور زمانے کے لئے مفید ہیں جن کو آجکل اکثر شوقین چاہتے ہیں۔ اور وہ لیکن ان حکماء صاحبان کے واسطے جو انگریزی ادویات کو دیسی پر ترجیح دیتے تھے۔ اور انگریزی کا استعمال پسند کرتے تھے تیار کی گئی ہے۔ قیمت (عــــہ)

بوٹی پرکاش (جس میں ہر ایک اقسام کی بوٹیوں کی)

تصویریں ان کی شناخت۔ خواص رنگ و فائدے استعمال کے طریقے خلاصہ طور پر درج کئے گئے ہیں جن کا جاننا ہر ایک حکیم وید کے لئے کار آمد ہے۔ اور ہر ایک بات بالتشریح لکھی ہے۔ قیمت صرف (۱۱ار)

حکیم امام حسن مالک تجارتی کارخانہ [illegible]

بلاش

حصہ دوم

اصغر اپنی دلربا کو پہچان لینے کے بعد بھی دیر تک محو حیرت رہا۔ گویا اسکا دل
...کے آگے اپنی کل آرزوئیں بھول گیا تھا۔ آخر پھر سکوت توڑ کے جوش مسرت
لہجہ میں بولا۔ مجھے کیا خبر تھی۔ کہ میری دلربا بھی پریشان حالت میں ہے۔
حسنا۔ دیکھو تمہاری بیتابی حد سے گزری جاتی ہے ذرا ضبط سے بھی کام لو اتنی بیقراری؟
اصغر۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میرا دل میرے اختیار میں ہے۔
حسنا۔ شرم و ادا کیسے کہوں زبان سے؟ آخر میں بھی تو بیتاب ہوں مگر ضبط
ہی پڑتا ہے۔ دل کی دل ہی میں رکھتی ہوں
اصغر۔ تم سے ہو سکتا ہے۔ مگر ہائے مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ یہ تم مجھے بھی سکھا دو۔
حسنا۔ کیا کہوں کہ کیونکر صبر کرتی ہوں۔ تمہاری تو کوئی دلدہی بھی کرتا ہے۔ مگر مجھ بدنصیب
کو ایسی جگہ بھی نہیں ملتی۔ جہاں دو گھڑی بیٹھ کے اپنی بے بسی اور بیکسی پہ رو دوں۔
اصغر۔ پیاری حسنا میں نے صبر کیا۔ مگر تمہارے خدا نے میرے ہوش و حواس غائب
کر دئیے۔ میں مجنوں ہو گیا۔ بے تحاشا دل میں صحرا نوردی کا جوش پیدا ہوا۔ وحشت دل
لے ہی چلی تھی۔ لیکن تمہاری کشش ادھر کھینچ لائی۔
حسنا۔ میرے اصغر میں اب جاتی ہوں۔ ہائے قسمت کو خوشی کی گھڑی نصیب نہیں
ہوتی اور اگر کبھی حاصل ہو بھی گئی۔ تو اس میں جدائی کا کھٹکا لگا رہتا ہے پیارے رخصت اب
جاؤنگی تو ہمیشہ کیلئے تمہاری زیارت سے محروم ہو جاؤنگی۔
اصغر۔ نہیں حسنا ابھی نہ جاؤ۔ میں زندگی سے مایوس ہو جاؤنگا۔
حسنا۔ مجھے ادھر کوئی بلا رہا ہے اب مجھے جانا چاہئے۔ میں یہاں ٹھہر کے انتظار کر دوں
بس یوں دیکھے جاؤ۔ میرے دل کو اسمیں کچھ تسکین ہوتی ہے
حسنا۔ اتنی مہلت کہاں کہ میں تمہیں یا تم مجھے اطمینان سے دیکھ سکو۔ قسمت کے ستائے ہوؤں کو

عباس ۔ آپ انکی حرکات و سکنات کا کچھ خیال نہ کریں ۔ یہ تو مجنوں ہیں دو چار روز میں
بھیجدے جائینگے آپ بیشک بجا فرماتے ہیں مگر تہذیب اور اخلاق کے قانون سب ان لوگوں
نے ہیں جو اپنے اختیار میں ہوں مجنوں آدمی سب باتوں سے آزاد ہو جاتا ہے ۔
نوجوان ۔ جی ہاں صرف جھانک تاک کیلئے تو مجنوں ہیں ۔ باقی کاروبار کے لئے اچھے
خاصے ہیں ۔ ہمکو ان میں اور کوئی جنون نہیں نظر آتا ۔
عباس ۔ معاف کیجئے اور اسبات کو خود طرح دیجئے میں سچ کہتا ہوں کہ انکے نزدیک تاک
جھانک کوئی بڑی بات نہیں ہے اور آپ اگر شریفانہ خیال کے آدمی ہیں تو آپ بھی یہ
جائز نہ رکھیں گے کہ ایک شریف لڑکی کو بدنام کریں اگر آپ نے کچھ دیکھا ہے تو کبھی یہ ملاحظہ کیا ہوگا
کہ وہ بھی ان سے باتیں کر رہی تھی ۔ اور چونکہ آپ اصلیت سے واقف نہیں ہیں اسلئے
یہ فرماتے ہیں ۔ اگر آپ کو خبر ہوتی ۔ تو آپ ہرگز برا نہ مانتے ۔
نوجوانکو سوائے سکوت کے اور کچھ نہ بن پڑا ۔ مگر وہ گویا نہایت ہی طیش میں تھا اور
انہیں تیز چتونوں سے اصغر اور عباس کو دیکھتا ہوا چلا گیا ۔ ادھر وہ روانہ ہوا اور
ادھر دوست اصغر اور عباس نے اپنے اپنے مکان کا راستہ لیا ۔

دسواں باب

صبر کرو بیوی صبر کرو
صبر کرو بیوی صبر کرو

ایک خوشنما اور صاف کمرہ میں پیاری نازک ادا حسنا سر جھکائے چپکی بیٹھی ہے اسکے پیارے
چہرہ پر حسرت و اندوہ کے آثار پائے جاتے ہیں دلکی افسردگی اور جگر کی خستگی کے آثار اس
نازک بشرے سے نمایاں ہیں جو دلکو اپنی طرف کھینچ لیا کرتا تھا ۔ وہ آنکھیں جو جگر شگاف تیر
برسایا کرتی تھیں ۔ نیچے جھکی ہوئی ہیں ۔ دل میں چاہے کچھ خیالات ہوں مگر صورت سے
ظاہر ہے کہ اندوہ ملال کے خیالات نے اسے حیران و پریشان کر رکھا ہے اسکا دل اس سے
شکایت کرتا ہے اور یہ بیچاری کسی سے شکایت ہی کرتی اسکا دل اس سے شکایت کرتا ہے
اور وہ اپنے دل سے شکایت کرتی ہے جس وقت مایوسی کے خیالات زیادہ ہجوم کرتے ہیں
اور امیدیں و آرزوئیں ادھر ادھر چھپنے لگتی ہیں ۔ [illegible]

حسنٰا - نہیں کچھ نہیں -
قمرن - پھر وہی ۔ اے آپ فرمائیں تو مجھ سے آپ کا کوئی راز چھپا ہے ۔ آپکا خط میں اپنی جان پر کھیل کے میاں اصغر کے پاس پہنچا دیا۔ اب اس سے زیادہ کونسا کام ہوگا ۔
اصغر کا نام قمرن کی زبان سے نکلا تھا کہ حسنا کے چہرہ کا رنگ بدل گیا ۔ حسرت اور اندوہ نے یک بیک ایسا جوش مارا کہ قریب تھا کہ وہ دامان شرم چاک کر ڈالے مگر اس نے صبر کیا ۔ اور خاموش ہو کے سر جھکالیا ۔ قمرن نے ایک لحظہ بھر جواب کا انتظار کیا اور پھر بولی ۔ اے حضور فرمایئے ۔ کیا آپ کسی بات کو مجھ سے چھپاتی ہو ۔ میری محنتوں اور جانفشانیوں کا یہی صلہ ہے ۔
حسنٰا ۔ (چونک کر) نہیں میں چھپاتی نہیں ہوں ۔ مگر جو بات انسان سے نہ ہو سکے ۔ اسکی آرزو کرنے کا کیا نتیجہ ہے ۔ اسی لئے نہیں کہتی ہوں ۔ اور اسکو نہ پوچھو میرے دل میں کیسے کیسے خیال آتے رہتے ہیں ۔ مجھے تو آجکل ایک جنون ہے ۔ پھر مجنوں کی تمنائیں ہوتی ہیں کو بھی تم جانتی ہو ۔
قمرن ۔ بیوی خدا کے لئے بیان کیجئے ۔ مجھے الجھن ہوتی ہے ۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ آپ جو فرمائیں گی فوراً پورا کر دونگی ۔
حسنٰا ۔ (شرم کے لہجے میں) تم مجبور کرتی ہو ۔ تو کہے دیتی ہوں ۔ مگر ہائے کیونکر کہوں ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ۔ کہ ایسی باتیں میرے دلمیں کیونکر آتی ہیں ۔ لو کہے دیتی ہوں ۔ مگر قمرن اسکا خیال رہے کہ راز افشا نہ ہو ۔ یہ جملہ ہی میری زبان سے نہ نکلنا چاہیئے تھا ۔ مگر اے بیقراری تو جو کہلائےگی کہوں گی ۔ قمرن میں چاہتی ہوں ۔ کہ مجھے ایک بار کسی تدبیر سے دو گھڑی کے لئے وہاں تک پہنچا دو ۔ بس ۔ اسیقدر چاہتی ہوں ۔ اور کوئی بات نہیں ۔
قمرن دیر تک ساکت رہی ۔ آخر کچھ سوچ کے کہنے لگی ۔ اچھا اسکی بھی تدبیر کرونگی ۔ مگر دو ایک روز توقف کیجئے ۔
حسنٰا ۔ دو ایک روز نہیں قمرن یہ کہو ۔ مجھے صبر نہ ہوگا ۔ ابھی اسی دم اسیوقت لے چلو ۔
قمرن ۔ (دانتوں میں انگلی دبا کر) یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی خراب کیجئے گا ۔ آپ تو اچھی ہی رہینگی اور میرا سر منڈ جائیگا ۔

حسنٰے۔ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ ایک دو روز کا انتظار کروں۔
قمرن۔ اچھا کل تک کچھ بندوبست کرونگی۔ اسوقت کسیطرح ممکن نہیں۔
حسنٰے۔ میں تو اسیوقت چلونگی۔
قمرن۔ خدا کیلئے بیوی ذرا عقل سے کام لیجئے اتنی جلدی کہیں ایسے کام ہوسکتے ہیں
حسنٰے۔ جو کچھ ہو میں تو ابھی چلنا چاہتی ہوں۔
قمرن۔ خود آپ ہی فرمائیے۔ یہ اسوقت کیونکر ممکن ہے۔ خدا نے عقل دی ہے سوچئے کوئی بھی تدبیر اس گھڑی بن سکتی ہے۔
حسنٰے۔ میں اب بہت گھبرائی ہوئی ہوں۔ باہر چپکے کہوں کہ میں اسی پھوپھی اماں کے ہاں چلوں گی۔ یہ جانتی ہوں کہ سب روکیں گے۔ مگر میں کسیطرح نہ مانونگی۔ ضد کرکے ڈولی منگواؤں گی۔ تم ساتھ چلکے وہاں تک پہنچا دینا اور گھڑی بھر کے بعد مجھے پھوپھی اماں کے پہنچا دینا۔ اس سے عمدہ اور کون تدبیر ہوسکتی ہے۔
قمرن۔ بیوی دیکھو بڑے غضب کی بات ہے اول تو چھپنا دشوار ہے کہ کسیکو ذرا بھی اسکی بھنک پہنچ گئی۔ تو قیامت ہوجائیگی۔ میں کسی کام کی نہ رہونگی اور بیوی آپ پر بھی ابا جان جو سختی نہ کریں تھوڑی ہے۔ ایسا غضب نہ کیجئے۔
حسنٰے۔ تو کیا اب تم بھی میری مدد نہ کروگی۔ یہ جملہ اس نے گھبرائی آواز سے کہا اور کہتے ہی اسقدر روئی کہ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ قمرن تسلی دینے لگی اور آخر نہایت سست آواز میں بولی۔ بیوی آپ کی بےبسی اور بےتابی پر مجھے ایسا ترس آتا ہے کہ جان آبرو جو کچھ میرے پاس ہے سب آپ پر قربان کرتی ہوں۔ اچھا میں حاضر ہوں آپ اپنے طور پر سمجھ لیجئے۔ لیجئے مجھے کوئی عذر نہیں۔
حسنٰے۔ قمرن میں نے تو کہدیا۔ کہ جب دل ہی قابو میں نہیں تو سوچ کیا اور سمجھ کیا۔ تم مجھے لیچلو جو کچھ ہونا ہے۔ ہوتا رہے گا۔
قمرن۔ تو اب میں باہر جاتی ہوں۔ آپ ذرا ٹھہر کے تشریف لائیے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپکی چچی جان کہیں کہ یہی سمجھا بجھا آئی ہے۔
حسنٰے۔ ہاں ہاں جہانتک ہوسکیگا۔ ٹھہر کے آؤں گی۔ مگر کیا کروں یہ کمبخت دل تو گھڑی بھر بھی صبر نہیں لینے دیتا۔ خیر تم جاؤ۔

قمرن کے چلے جانے کے بعد حسنہ اپنے خیالات عشق میں محو ہو گئی۔ یہ خیالات ساعت بساعت ترقی کرتے جاتے اسے کبھی قمرن کے پاس پہنچا دیتے تھے اور کبھی مایوس کر کے اپنی بد نصیبی کے گڑھے میں ڈال دیتے تھے۔ جوش جنون کبھی یار سے ملاتا تھا اور کبھی [illegible] کی سیر کراتا تھا۔ یہ خیالات اسے بھٹکا بھٹکا کے ادھر ادھر لیجاتے تھے اور ان خیالات کے اثناء میں بار بار ڈولی منگوا کے جانے کا خیال چونکا دیتا تھا۔ اب چلو قمرن کو گئے ہوئے دیر ہوئی۔ مگر وہ اپنے دل پر جبر کر لی تھی۔ اور اپنی خیالی دنیا کی سیر کر لی تھی۔

پاک فرشتہ اسکے کان میں کہہ رہا تھا۔ جیسے وہ اپنی زبان سے ادا [illegible] کی عشق کوئی جرم ہے نہیں دین میں تو کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور [illegible] پہلے اسکو دیکھ لینا جائز ہے کوئی عیب نہیں۔ یہ لوگوں نے بنایا [illegible] کا صاف ہو اسے کچھ خوف نہیں۔ خوف کس بات کا۔ خدا اور رسول کے [illegible] کیا جائز ہے۔ عقل کے نزدیک جائز پھر کیوں ڈریں یہیں خوف تو اس بات کا کہ ابا جان [illegible] ہوا کریں۔ جسکو خدا نے منع کیا ہے۔ اسمیں مجھے کسی کا ڈر نہیں۔ اے دل تیرا شکر [illegible] تو کسی بڑی بات کیلئے بیتاب نہیں ہوا۔ تو اچھے ہی کام بتاتا ہے۔ یہ اور بھی شکر کی بات ہے کہ جس سے تعلق ہوا۔ وہ بھی پاکباز ہے۔ [illegible] کیا کر سکتا [illegible] وہ وقت آگیا وہاں جانا کوئی بری بات ہے [illegible] دونوں کے دل خدا نے ملا دیئے ہیں۔ ہمارا نکاح بھی ہو چکا ہے۔ وہ شخص جسے [illegible] میرا محرم راز ہو چکا۔ اب کس بات کا خوف ہے۔ خوف یہی ہے کہ اس عقد کا ذکر [illegible] ابا جان اور عزیزوں کے سامنے نہیں آیا۔ اس سے کیا ہوتا ہے ایک [illegible] میں وہاں جانے میں اسطرح گنہگار نہ ہوں گی لیکن یہ [illegible] لڑکی [illegible] اپنے سسرال میں جا [illegible] کا [illegible] حال بھی معلوم نہ ہو [illegible] وہ [illegible] میں خوشی اور [illegible] اب تو بہت دیر ہوئی۔ چلنا چاہیئے۔ یہ کہہ کے پیاری حور وش حسنہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ [illegible] منہ دھو ڈالا۔ تولیہ سے منہ پونچھ کے دوپٹہ سنبھال کے اور [illegible] ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

کبریٰ ۔ حسنا! بارے تم کمرہ سے نکلیں ۔ وہ کیا جی لگتا ہے جو اکیلی بیٹھی رہا کرتی ہو۔
تمہارا دل کبھی ہرگز نہیں گھبراتا۔
حسنا ۔ کیا کہوں کسقدر دل گھبراتا ہے ۔ وہاں کتابیں دیکھتی رہتی ہوں ۔ اس میں کچھ
دل بہل جاتا ہے اور یہاں باہر مارے مارے پھرنا تو مجھے کبھی نہیں اچھا معلوم ہوتا تھا۔
کبریٰ ۔ ارے ماری ماری نہ پھرو ۔ کسیوقت تو نکل آیا کرو۔
حسنا ۔ آج بہت دل گھبراتا ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا ۔ جی چاہتا ہے آج پھوپھی
اماں کے ہاں چلی جاؤں ۔ دو گھڑی وہاں دل بہل جائیگا۔
کبریٰ ۔ کیا حرج ہے اماں جان سے پوچھ کے چلی جاؤ۔
حسنا ۔ ہاں اسی لئے تو آئی ہوں ۔ اماں جان کہاں ہیں۔
کبریٰ ۔ ادھر دالان میں بیٹھی پاجامہ میں گوٹ لگا رہی ہیں۔
حسنا ۔ یہ سنکے ادھر دالان میں گئی اور چچی کو سلام کیا۔
چچی ۔ اے حسنا اب تم کمرہ سے نکلتی ہی نہیں آؤ مزاج تو اچھا ہے۔
حسنا ۔ اماں جان آج دل گھبراتا ہے آپ سے پوچھنے آئی ہوں ۔ اجازت دیجئے۔
تو ایکدن کے لئے پھوپھی اماں کے ہاں چلی جاؤں۔
چچی ۔ یہ کون موقع ہے کہ انہیں خبر ہے نہ مجھے اس سے پہلے معلوم تھا ۔ بیٹھی بیٹھی اٹھ کھڑی
ہوئیں اور چلی گئیں ۔ بیٹا اب تم جوان ہوئی ہو ۔ ذرا سوچ سمجھ کے کام کیا کرو۔
حسنا ۔ پھر کیجئے اسوقت تو میرا دل گھبراتا ہے ۔ جسطرح بنے گا جاؤنگی ۔ پھوپھی
اماں کے ہاں تو جاتی ہوں ۔ کیا کسی غیر جگہ جانا ہے ۔ جو دو چار روز سوچتے سمجھتے
گذریں ۔ نہیں تو میں جاؤں گی۔
چچی ۔ ایسی ہی اپنے دل کی مختار ہو تو تمہیں اختیار ہے پھوپھی اماں پر ہی کیا موقوف
ہے ۔ اگر کسی غیر جگہ بھی جانے لگو گی ۔ تو کون روک سکیگا ۔ جاؤ شوق سے جاؤ۔
مگر میں بے پوچھے نہیں کہہ سکتی ہوں۔
یہ جملہ اسکی چچی نے کچھ ایسے لہجے سے کہا تھا ۔ کہ حسنا نے غور سے اپنی چچی کی
طرف دیکھا سر جھکائے گوٹ لگا رہی تھیں ۔ اور اسکے بعد ضد کرکے کہنے لگی میرا
دل اسوقت بہت گھبراتا ہے ۔ میں ضرور جاؤں گی ۔ ابا جان پھوپھی کے ہاں جانے سے

کہیں منع نہ کریں گے۔

یہ کہہ کے حسنٰی باہر نکلی۔ اور قمرن سے چلا کے کہا۔ قمرن جاؤ لپک کے ڈولی تو لے آؤ۔ میں ذرا کھچو پھپھی جان کے ہاں جاؤں گی۔

قمرن۔ اے بی بی اب کل جائیے گا یہ کون وقت ہے۔ پہلے انہیں کہلا تو بھیجو۔

حسنٰی۔ نہیں میں اسوقت جاؤں گی۔ میرا دل گھبراتا ہے۔

قمرن کہاروں کو بلانے گئی اور حسنٰی کبرے کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

کبرے۔ اماں جان سے پوچھ لیا۔

حسنٰی۔ ان سے پوچھا وہ تو اجازت ہی نہیں دیتیں۔

کبرے۔ تو کیا بے انکی اجازت چلی جاؤگی۔

حسنٰی۔ پھر کیا کروں۔ جب وہ مانتی ہی نہیں۔ میرا دل اسوقت گھبراتا ہے۔ ان سے ہزار طرح کہا۔ مگر وہ نہیں مانتی۔

کبرے۔ بہن ایسا غضب نہ کرو۔ اباجان سے وہ بیان کریں گی تو اباجان بہت ناراض ہو جائیں گے۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ تم سے کیسے خفا ہیں خدا کیلئے آج نہ جاؤ۔

حسنٰی۔ قمرن کہاروں کو بلا لے آئی اور کہنے لگی پردہ دیجئے یہ کہہ کے خود ہی گئی اور ڈولا اکا پردہ انگنی سے اتار کہاروں کو دے آئی۔ حسنٰی نے کپڑے بدلے اور معمولی طور پر اپنے حسن کی تھوڑی سی خبرگیری کر کے ڈولی پر سوار ہوئی اور قمرن ساتھ ہوئی اور کہار ڈولی لے کے چلے

گیارھواں باب

آخر کیا ستم آپ نے

جب اِغ جل گئے ہیں۔ آسمان کا بہ تلی لیمپ یعنی آفتاب غروب ہو گیا۔ چھوٹی چھوٹی تاروں کی شعاعیں لا الاعلٰی والوں کے محل میں روشنی کی جا لے لگیں۔ اندھیرا غالب آتا جاتا ہے اور خدا کی قدرت پر رات کی چادر پڑتی جاتی ہے۔ مولوی محمد سعید اپنے گھر تشریف لائے۔

لائے اور سیدھے اپنے دالان میں چلے گئے جہاں اسکی بیوی بیٹھی گوٹ لگا رہی تھی انگرکھا اتار کے اس دالان میں کھونٹی پر لٹکا دیا اور سر جھکا کے دالان ہی میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

لبیبہ کی ماں۔ آج کہاں گئے تھے روز تو سویرے آجاتے تھے آج بہت دیر ہوگئی۔

مولوی محمد سعید۔ ذرا ایک دوست کے ہاں چلا گیا تھا۔ باتوں باتوں میں دیر ہوگئی۔

لبیبہ کی ماں۔ تمہارے دیر میں آنے سے آج بڑا حرج ہوا۔

مولوی محمد سعید۔ کیا حرج ہوا۔

لبیبہ کی ماں۔ اے حضرت اب میرے کہنے میں نہیں رہی تم اسے روکو نہیں تو یہ لڑکی کسی کام کی نہ رہیگی (مولوی محمد سعید کا چہرہ سرخ ہوگیا) اول تو اپنے کمرے سے نکلتے ہی کا پتا کر دی تھی آج ابھی ابھی تھوڑی دیر ہوئی میرے پاس آئی اور کہنے لگی میرا دم گھبراتا ہے میں پھوپھی اماں کے ہاں جاؤنگی میں نے ہزار کہا ایک نہ مانی۔ ابا نے تمہارا نام لیا کہ وہ آئیں تو ان سے اجازت لے لو یا وہ کہنا کب مانتی ہے میں ذرا روکا۔ بولی وہ کیوں خفا ہونے لگے میں کسی غیر جگہ جاتی ہوں۔ آخر قمرن سے ڈولی منگوا کے چلی ہی گئی۔ کمرے نے بھی بہتیرا روکا اور کہا پہلے ابا جان کی اجازت لے کر نہ جاؤ۔ مگر وہ یہی کہا کی کہ ابا ناراض نہ ہونگے میں اسیوقت جاؤں گی۔

مولوی محمد سعید۔ حضرت تو اب حد سے گذری جاتی ہے۔ یہ پہلے شب کی بات ہے ذرا بھی تو پوچھا نہیں۔ اپنی بہن کے ہاں گئی تھی۔ تو وہ کل کہہ دیتا۔ آج دیکھئے ہوتا ہے ابتم ہی بتاؤ کہ کیا کیا جائے۔ مجھے تو کوئی تدبیر نہیں سوجھتی۔

لبیبہ کی ماں۔ اول تو دباؤ ڈال کے ذرا اسے روکتے رہو۔ دوسرے میری رائے جسطرح ہو سکے اب اسکی شادی ہو جانی چاہئے یہ اب پر نکلی ہے کہیں خدانخواستہ کوئی بات بڑھے تو سارا گھر بدنام ہو جائیگا۔ اور کہیں کا نہ رہیگا۔ اب [illegible] سے گفتگو کر کے نکاح پڑھوا دو۔

مولوی محمد سعید۔ یہی تدبیر مناسب ہے۔ آجکل خرچ کچھ [illegible] تنگی ہے [illegible] نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا کیا جائے۔ اس حضرت نے بڑا اندھیر کر دیا [illegible] پھوپھی کے بہانے سے کسی اور جگہ چلی گئی۔ ہم نے تو ایسی باتیں آج شرفا میں کبھی نہیں دیکھیں۔

مولوی محمد سعید ۔ میں آج ہی بندوبست کرتا ہوں ۔ دو ایک چار روز میں منعقد کردونگا ۔ مجبوری ہے ۔ کیا کیا جاوے ۔

اتنے میں آدمی نے دروازہ پر پکارا ۔ حضور جناب قاضی صاحب تشریف لائے ہیں ۔ مولوی محمد سعید نے یہ سنکر اپنی بیوی سے کہا ۔ خوب موقع پر قاضی صاحب آگئے اب اسوقت تذکرہ چھیڑ کے تاریخ معین کرائے لیتا ہوں ۔

کبرے کی ماں ۔ ضرور چوکنا نہیں ۔

مولوی محمد سعید انگرکھا پہن کے باہر نکلے ۔ قاضی صاحب سے نہایت ایشیائی خلق سے صاحب سلامت لی ۔ اور بیرونی کمرہ میں بیٹھ کے دونو باتیں کرنے لگے ۔

قاضی صاحب ۔ فرمائیے مزاج مبارک کیسا ہے ۔

مولوی محمد سعید ۔ اب تو آپکی دعا سے اچھا ہوں ۔ چند روز ادھر ذرا حرارت تھی ۔ آپکی یاد آوری کا مشکور ہوں ۔ اسوقت آپنے بڑی تکلیف کی ۔

قاضی صاحب ۔ جی نہیں عین راحت ہے ۔ کئی روز سے نیاز حاصل نہیں ہوا تھا ۔ قصد کیا کہ آج حاضر ہو کے ملاقات کروں ۔

مولوی محمد سعید ۔ صاحبزادہ کا مزاج کیسا ہے ۔

قاضی صاحب ۔ اچھے ہیں ۔

مولوی محمد سعید ۔ اب کیا پڑھتے ہیں ۔ آپنے انگریزی چھڑا دی ۔ مگر عربی میں تو ماشاءاللہ اچھی استعداد ہوگئی ہے ۔

قاضی صاحب ۔ جی ہاں میں انگریزی پڑھنے کے خلاف ہوں ۔ ہاں عربی تھوڑی بہت چلی ہی جاتی ہے ۔ ہندی شروع کی ہے ۔ وہ اکثر ایسے بیمار ہو جاتے ہیں کہ سلسلہ کسیطرح قائم ہی نہیں رہتا ۔

مولوی محمد سعید ۔ اب قاضی صاحب میں چاہتا ہوں کہ ہمارے آپکے تعلقات میں جلد یک جہتی ہو جائے ۔

قاضی صاحب ۔ بسم اللہ آپکا ارادہ ہے ، بہتر ۔

مولوی محمد سعید ۔ یعنی بہت جلد چاہتا ہوں ۔ دو ایک چار روز میں ۔

[illegible]

قاضی صاحب۔ دو چار روز میں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں اس بات میں بھی مجھے بہت کچھ عرض کرنا ہے۔

مولوی محمد سعید۔ فرمایئے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اسوقت تصفیہ ہو جائے۔

قاضی صاحب۔ آپ سے قرابت کا تعلق کرنے سے زیادہ مجھے کسی بات کی خوشی نہ تھی لیکن اب ایسے امور درپیش آ گئے ہیں۔ کہ کچھ نہیں بن پڑتا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔

مولوی محمد سعید۔ فرمایئے۔ ان امور کو ضرور بیان فرمایئے۔

قاضی صاحب۔ میں انکو ظاہر کرنے ڈرتا ہوں۔ مبادا آپکو ناگوار ہو۔ اور میرے آپکے جتنے تعلقات ہیں۔ ان میں بھی فرق آ جائے۔

مولوی محمد سعید۔ نہیں مجھے کسی قسم کا خیال نہ ہوگا۔ آپ بے کھٹکے فرما دیں میرا آپکا معاملہ ایک ہے۔ آپکو ایسی تدبیر فرمانے سے رہے جسمیں میری بے عزتی ہو۔

قاضی صاحب۔ جی ہاں وہ اس قسم کی بات ہے کہ آپکو ایسا ہی خیال گذریگا اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جہانتک مجھے معلوم ہے۔ اسیقدر بیان کرونگا۔

مولوی محمد سعید۔ (ذرا سوچکر) اچھا فرمایئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ مجھے ملال نہ ہوگا

قاضی صاحب۔ صاحبزادی کی نسبت مجھے اچھی خبریں نہیں پہنچی ہیں۔

مولوی محمد سعید۔ آخر کیا سنا آپنے۔

قاضی صاحب۔ وہ تو آپکو گھر میں معلوم ہی ہوگا۔ کہ ایک روز اتفاق سے مجھے صاحبزادے نے نکاح پڑھانے کو بلا بھیجا گئے۔ میں تو کہیں نکاح پڑھنے جاتا ہی نہیں ہوں۔ مگر اس صاحبزادے نے ایسی ایسی باتیں بنائیں کہ میں چلا گیا۔ وہاں گیا تو دو چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت سا لڑکا تھا۔ جسکی نسبت صاحبزادے نے کہا کہ انکا نکاح پڑھ دیجئے۔ میں نے پوچھا لڑکی کا نام کیا ہے۔ معلوم ہوا جسنا میں اتنا ہی نکا تھا۔ مگر میں نے ضبط کرکے لڑکی کے باپکا نام پوچھا بتایا گیا مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم۔ میں سچ کہتا ہوں۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ صاحبزادی کو اپنے پھوپھی کے ہاں سے آنے میں بہت دیر ہوئی اسوقت میں وہاں سے ٹال کے چلا آیا۔ اب خدا جانے میرے لغزش کی اور

نے نکاح پڑھایا نہیں۔ اسکے بعد سنئے کل اسحاق آپ کے باغ کی سیر کرنے کو چلا گیا وہاں دیکھا کہ صاحبزادی صاحبہ سے مرزا کے کسی نوجوان لڑکے سے اخلاص کی باتیں کر رہی ہیں۔ اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور شریفانہ خیال نے اس لڑکے کے آمادہ کر دیا تھا۔ مگر اس نوجوان کا کوئی اور دوست باغ ہی میں پیدا ہو گیا۔ اور اسحاق کو مجبور آ دبکے چلا آنا پڑا۔ مگر وہ اسدرجہ پریشان ہو رہا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ جان دینے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ اسکی ماں نے یہی سمجھایا کہ اگر خلاف ہو تو کسی اور لڑکی سے عقد کرا یا جائیگا۔ اور وہاں سے نسبت چھڑا لیجائیگی۔ مگر نہیں مانتا۔ کہتا ہے جان دونگا مگر جسنے اہی کیا تھا کرونگا۔ اب میں ایک مصیبت میں ہوں۔ ڈرتا ہوں تو خوف ہے کہیں اور پہلے کسی کے ساتھ عقد نہ ہو گیا ہو۔ پھر لبعد کو خرابیاں نہ پیدا ہوں۔ نہیں کرتا ہوں۔ تو لڑکا ہاتھ سے جاتا ہے۔ آپ مجھ سے بدگمانی نہ کیجئے۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا تھا۔ صاف صاف عرض کر دیا۔ اصل میں خدا جانے کیا ہے۔ غیب کا حال خدا جانتا ہے۔

مولوی محمد سعید۔ واقعی یہ غور کرنے کے قابل ہے۔ آپ اس لڑکے کو پہچانتے ہیں۔ جسکے ساتھ عقد کرنے کی آپکو تکلیف دی گئی تھی۔ مجھے ذرا اس کا نشان بتا دیجئے دریافت تو کروں۔ آخر وہ کون شخص ہے اور لڑکی کی نظر اس تک کیونکر پہنچی (آبدیدہ ہو کر) قاضی صاحب اب ایسا زمانہ آگیا ہے کہ جو نہ ہو تھوڑا ہے۔ جب لڑکیوں میں ایسی بیحیائی اور آزادی پیدا ہو گئی۔ تو انتہا ہے۔

قاضی صاحب۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ خبر میری زبانی سن کے آپکو مجھ سے ملال نہ پیدا ہو۔ اور میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اس سے مجھ کو بھی ویسا صدمہ ہوا جیسا کہ آپ کو۔

مولوی محمد سعید۔ یہ آپکے کہنے کی بات۔ میں خوب جانتا ہوں۔ آخر آپ کوئی غیر تھوڑا ہی ہیں اور آپکی ایک ہی عزت ہے مگر اس لڑکے کا پتہ بتایئے تو کچھ دریافت کروں دیکھوں وہ کون شخص ہے اور کیسا شخص ہے اور اسبارے میں آپکو پوری مدد دینی ہوگی۔ اگرچہ آپسے سمدھیانے کا رشتہ ہے۔ مگر میں اپنے اور آپکے معاملات کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔

قاضی صاحب۔ میں ہر طرح حاضر ہوں۔ اس لڑکے کو کہیں دیکھوں تو بتاؤں صرف اسی روز دیکھا تھا اور جس مکان میں دیکھا تھا وہ خالی پڑا رہتا ہے۔ کوئی کرایہ دار بھی نہیں چھ مہینے سے خالی پڑا ہے لیکن پتہ چل جائیگا اسروز میں نے دیکھا تھا کل اسحاق نے دیکھا

میری سمجھ میں آتا ہے کہ طالب علم ہے انگریزی پڑھتا ہے اور اسکا یہاں مکان نہیں ہے
مولوی محمد سعید - نام تو آپ کو بتایا ہوگا کیا آپکو یاد نہیں رہا -
قاضی صاحب - جی ہاں ۔ معلوم ہے ۔ اصغر نام ہے -
مولوی محمد سعید - دیکھئے وہ تو نہیں ۔ جو پنڈت جی کے مکان کے پاس رہتا ہے
وہاں تین انگریزی خواں لڑکے طالب علم رہتے ہیں انمیں بھی ایک نام اصغر تھا
ہاں شاید اب کسی اور مکان میں اٹھ گئے ہیں مگر وہ اسحٰق کے لڑکے نہیں ہیں میں
انکے باپ کو بھی جانتا ہوں ۔ نہیں وہاں کے شرفا کے لڑکے ہیں ۔ مگر کیا اعتبار
شاید وہی اصغر ہو ۔ شیطان کو ہاتھ پیر لگتے کیا دیر لگتی ہے -
قاضی صاحب - غالباً وہی ہے آپ تکلیف کر کے اسی وقت اپنی بشیر صاحب
کے ہاں چلے جائیے ۔ ان سے دریافت کیجئے گا تو معلوم ہو جائیگا ۔ اب طالب علم یہاں
رہتے ہیں ۔ اسبارے میں تامل اچھا نہیں -
مولوی محمد سعید - جی نہیں میں اسوقت جاتا ہوں غالباً آج ہی پتہ لگا لونگا -
قاضی صاحب - بہتر تو اب کل انشاء اللہ ملاقات ہوگی ۔ اسوقت میں رخصت
ہوتا ہوں ۔ مولوی صاحب خدا حافظ -

قاضی صاحب تو اپنے گھر گئے مگر مولوی محمد سعید نے یہ ساری داستان اندر آ کے
تنہائی میں بیوی کے سامنے دہرائی ۔ کبریٰ کی ماں کا رنگ فق ہوگیا اور دیر تک
نقش حیرت بنی رہی ۔ دیر بعد اسکی زبان سے نکلا اسے یا اللہ کیا اس زمانہ میں جو
نہ ہو تھوڑا ہے ۔ پھر اب کیا کیا جائے -
مولوی محمد سعید - میں اسی وقت بہن کے جاتا ہوں ۔ ان کے ہاں یہ معلوم
ہو جائیگا ۔ کہ اصغر اب کہاں جا کے رہا ہے -
کبریٰ کی ماں - ہاں ہاں ابھی جاؤ ۔ حسینی بھی آج وہاں گئی ہے دیکھو وہاں کیا
کرتی ہے اسے بھی دھمکانا کہ بے پوچھے کیوں چلی گئی اور پوچھتے آنا کہ کل ڈولی بھیجی جائے -
مولوی محمد سعید - نہیں نہیں ۔ سختی سے کچھ نہ ہوگا ۔ ایسی لڑکی سے ڈرنا چاہیئے ۔ جو کوئی
بیدائی پر آ جائے تو اسکا کوئی کچھ نہیں کر سکتا ۔ اب اس نے ایک غیر مرد سے دوستی پیدا
کی میں نے کیا کر لیا ۔ ذرا سی بات کیلئے اسے دھمکاؤں نہیں مجھ سے نہ ہوگا -

کبرے کی ماں ۔ اچھا تو وہاں جاؤ تو ۔ اس بات کا تو حال معلوم ہوگا ۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے اور کس سے تعلق ہے ۔

مولوی محمد سعید ۔ جانے کو تو میں جاتا ہوں ۔

یہ کہہ کے مولوی محمد سعید صاحب حسنے کی پھوپھی کے ہاں چلے راستہ بھر تشویش ان کے دل پر ترقی کرتی جاتی تھی ۔ عزت کا خیال ہے امارت کا رکھ رکھاؤ شرافت کی شرم و غیرت یہ سب چیزیں پریشان کئے ہوئے تھیں ۔ الغرض مولوی محمد سعید صاحب اپنی بہن سے ملے ۔ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کر کے کہنے لگے ۔ بہن دیکھو حسنا بیگم نے آج کسی کا کہنا نہ مانا اور سب کو ناراض کر کے چلی آئی ۔

بہن ۔ (حیرت سے) حسنا یہاں کب آئی ۔ یہاں تو نہیں آئی ۔

مولوی محمد سعید ۔ یہاں نہیں آئی ۔

بہن ۔ نہیں تو ۔

مولوی محمد سعید ۔ پھر کہاں گئی ۔

بہن ۔ تو کیا تمہارے ہاں سے آ چکی ۔

مولوی محمد سعید ۔ صاحب اسے تو آئے ہوئے کئی گھنٹے ہو گئے ۔ وہ تو دن کو آئی تھی ۔ اور اب رات کے آٹھ بجا چاہتے ہیں ۔

اب اسوقت بھائی بہن ایسے حیرت زدہ ہوئے کہ دونو ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے ۔ آخر مولوی محمد سعید نے آبدیدہ ہو کر سر جھکا لیا اور اپنی بے حرمتی پر آنسو پر آنسو بہانے لگے اسکے دل پر انتہا سے زیادہ صدمہ تھا اور جو خیالات اسوقت انکے دل میں موجزن تھے انکا فیصلہ اپنے یا حسنا کے مار ڈالنے کے سوا اور کسی بات میں نظر نہ آتا تھا ۔ شریفانہ حمیت کا جوش انہیں مجنون بنائے دیتا تھا ۔ ہوش و حواس انکے دل و دماغ سے رخصت ہوئے جاتے تھے اور ان کے خیال میں تو گویا بے عزتیوں کا بہت بڑا طوفان ان پر لعنت ملامت کے پتھر برساتا چلا آتا تھا ۔ دل میں کہنے لگے کہ اتنی بڑی بے عزتی ایسی بے آبروئی ۔ دامن ناموس پر اتنا بڑا دھبہ بے غیرت حسنا یہ سب تیری وجہ سے ۔ میرے دامن پر اتنا بڑا دھبہ لگانے کیلئے یہ حسنا آج تک زندہ رہی صرف خاندان کا نام ڈبونے کیلئے مر کیوں نہ گئی میں ہی کیوں نہ مار ڈالوں ۔

ابھی فیصلہ ہوجائے۔ اس بےعزتی کا اور کوئی علاج نہیں۔ مگر انگریزی قانون اس بےعزتی کو اور دوبالا کریگا۔ عدالت کے روبرو یہ جملہ کہا جائیگا۔ کون جملہ کس زبان سے وہی بےعزتی کے جملہ کو ادا کرونگا یہی کہ انکی لڑکی کسی کے ساتھ نکلگئی۔ خودکشی بہت ٹھیک اسکے سوا اور کوئی مفر نہیں۔ مگر خودکشی کی موت مسلمانوں کیلئے کیسی ہے۔ بہت بری۔ آخر میں کیا کروں۔ اے خدا اس بے آبروئی کی گھڑی سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالے۔ اے دنیا جب تو میری آنکھوں میں سیاہ ہوتی جاتی ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ خدا کے لئے میرا دامن چھوڑ۔ میں تیرے قابل نہیں رہا۔ ان خیالات نے مولوی محمد سعید پر کچھ ایسا اثر کیا کہ زار و قطار رونے لگا۔

ان کی بہن یعنی حسنا کی پھوپھی نے انہیں روتے دیکھا تو کہنے لگیں بھائی روتے کیوں ہو۔ کوئی تشویش کی بات نہیں۔ حسنا کی نسبت مجھے کوئی بدگمانی ہے۔ اسکو یہاں پہنچنے میں اگر دیر ہوئی۔ تو کوئی وجہ ہوگئی ہوگی تم جاکے دریافت کرو۔ کوئی رونے اور گھبرانے کی بات نہیں۔ اب تم جاکے دریافت کرو۔

مولوی محمد سعید۔ بہن تم کو نہیں معلوم۔ تم میرے دل کے خیالات سے نہیں واقف ہو۔ اگر ہوتیں تو مجھ سے زیادہ حیران و پریشان ہوتیں۔

حسنا کی پھوپھی۔ کیوں کیا ہوا کچھ بیان کرو۔ مجھے بالکل خبر نہیں۔

مولوی محمد سعید۔ پھر بیان کرونگا۔ اب اسوقت جاتا ہوں۔ دریافت کروں کہ حسنا کو کہاں دیر لگی اور کیا ہوا کہ اب تک نہیں پہنچی۔

یہ کہہ کے مولوی محمد سعید اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی بہن سے اصغر کا ذکر بھی نہ کیا کہ مبادا انہیں بھی وہ شرمناک راز کھل جائے۔ باہر نکل کے فالفا سے کے خدمتگار حسین بخش کو دیکھ کر اسکو پوچھنے لگے۔ حسین بخش۔ فالفا کے ادھروالے مکان میں لڑکوں کے والد کا تم رہتے تھے اب کیا اٹھ گئے۔

حسین بخش۔ جی ہاں حضور۔ ابید یہاں سے تھوڑی دور پر ایک مکان ہے اس میں رہتے ہیں۔

مولوی محمد سعید۔ تم ان کے نام جانتے ہو۔

حسین بخش۔ تین لڑکے ہیں۔ ایک کا نام اصغر دوسرے کا عباس اور

تیسرے کا صفدر۔

مولوی محمد سعید۔ ہاں تو اب کس مکان میں رہتے ہیں۔ تمہیں خوب معلوم ہے۔

حسین بخش۔ جی ہاں بخوبی جانتا ہوں۔ ابھی پرسوں تو میاں صاحب سے ملاقات ہو چکی ہے۔ بلکہ انکا آدمی یہاں میرے پاس آ کے یہاں حضرتی جایا کرتا ہے۔ مگر بیٹے نیک بخت لڑکے ہیں۔ جب تک یہاں رہے سوا لکھنے پڑھنے کے انہیں کسی کام سے غرض نہ تھی۔

مولوی محمد سعید۔ میں ان کا حال نہیں پوچھتا ہوں۔ اگر جانتے ہو تو صرف ان کا مکان مجھے بتا دو۔ مجھے ان سے ایک کام ہے۔

حسین بخش۔ حضور چلئے ابھی بتا دوں۔ کیا کچھ دور ہے۔ اسی پاس ہی تو رہتے ہیں۔

مولوی محمد سعید نے حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیا اور صفدر کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ چند قدم پر مکان تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کے حسین بخش نے کہا حضور اسی مکان میں رہتے ہیں۔

مولوی محمد سعید۔ یہی مکان ہے۔

حسین بخش۔ جی ہاں۔

مولوی محمد سعید۔ بس معلوم ہو گیا۔ اب تم اپنے گھر جاؤ اور میں بھی جاتا ہوں صرف اسی مکان کا پتہ لگانا تھا اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہ کہہ کے مولوی محمد سعید حسین بخش کو رخصت کر کے چلے گئے۔

بارھواں باب

معاشقہ کرونگا تو کیا کرونگا

رات کا وقت ہے اور سالہا سال کی تیرگی شفق کی پردہ داری کر رہی ہے، تاروں کی گلکاری نے آسمان کو کسی کی نیلم یا تختہ بنا رکھا ہے۔ محفل یار کی شمعدان کو دیکھ دیکھ کے کبھی پیار سے خوشنما تاروں سے اپنی محفلوں میں روشنی کی ہے۔ عاشقوں کا عاشق جب تو وقت ترقی کر گیا تھا۔ اب کم ہوتا جاتا ہے۔ اور رات کا طول بڑھتا ترقی پر ہے۔ منتظران یار کے صدمے بڑھتے جاتے ہیں۔ صبا کی بار یابی

ستارہ یاد میں منتشر رہی تھیں۔ اب اسوقت اطمینان سے جمع ہوئی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ خراباتی خرابات کو گئے ہیں اور پیر مے فروش کا مریدوں کا مجمع پوری بیفکری کے ساتھ مرتب ہوا ہے سیہ کار اپنی سیہ کاری کی دھن میں نکلے ہیں دوست دل جل کے بیٹھے ہیں اور خوش گیسوں میں محو ہیں احباب باصفا کی بکھری صحبتوں کا رنگ عجیب نئے مذاق کا لطف دکھا رہا ہے۔ الغرض جو ہے اپنی جگہ خوش ہے۔ شاید کوئی حرمان نصیب ہو مگر وہ بھی ابھی مایوس نہیں ہوا ہے۔ وعدہ یار کی امید میں کسی کے پاؤں کی چاپ پر کان لگائے بیٹھا ہو۔ اس عمدہ اور خوشی کی وقت دلدادہ اور جان باختہ اصغر کو قسمت نے اسکی چنچال اور نازک ادا حسنے سے ملایا ہے۔ وہ اپنی پیاری دلربا کی صورت دیکھ دیکھ کے خوش ہو رہا ہے اور اسکی دلستان معشوقہ حسنے اسکی بشاشت اور تروتازہ چہرہ کو شوق اور جوش جوش سے دیکھ دیکھ کے اپنے پیاسے جوش عشق کی تسکین کر رہی ہے۔ قمرن دونوں سے ہٹ کے بیٹھی ہوئی ہے اور ان دونوں کی راستبازی اور باعصمت عاشقی کے ذوق وشوق کو حیرت و استعجاب کو دیکھ رہی ہے۔

اصغر۔ پیاری حسنے کیا خوب ہوتا کہ اسوقت مبارک گھڑی بڑھتے بڑھتے اتنی بڑھتی کہ تمہاری پوری زندگانی کا ساتھ دیجاتی۔

حسنے۔ کوئی دشوار بات تو نہیں مگر ہمیں ظالم آسمان سے اتنی امید نہیں یہ سبھی پر ظلم کرتا ہے

اصغر۔ کوئی ایسی بھی تدبیر ہے کہ آسمان ہم سے موافق ہو جائے۔ مگر نہیں اس ظالم سے کیا امید ہوسکتی ہے۔ ان تاروں کو اسوقت اپنی گود میں بٹھائے ہوئے ہے اور صبحکو انکے چہروں پر مایوسی وحسرت برسا کے انہیں اپنی گود سے پھینک دیگا۔

حسنے۔ آپکو ایسے وقت اطمینان ہوتا ہوگا۔ مگر ہائے مجھے تو اس گھڑی بھی اطمینان نہیں رہ رہ کے خیال آتا ہے کہ دیر ہوگئی۔ اب جانا چاہیئے۔ خدا جانے وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اگر کوئی پیچھے پیچھے اماں کے پاس چلا گیا۔ تو غضب ہی ہو جائیگا۔

اصغر۔ حسنے آہ! تو کیا اب پھر جاؤگی۔ لله اب نہ جاؤ۔ تم بھی آخر بے تابی کی شکایت کرتی ہو۔ اگر مجبوری نہیں تو کیا تمہیں اپنے اوپر بھی ترس نہیں آتا۔ یا بے تابی اور بیقراری ہی پسند ہے۔

حسنے۔ اصغر کیا بتاؤں کہ کون چیز مجھے وہاں کھینچے لئے جاتی ہے جانتی ہوں کہ تمہاری

مرضی کے خلاف ہے۔ جانتی ہوں کہ وہاں جاکر تڑپتا اور بار بار دل و جگر سنبھالتے ہی گذریگی جانتی ہوں کہ میں تم سے جدا ہو کے موت کی آرزومند ہو جاؤنگی اور یہ بھی جانتی ہوں کہ اب تمہارے حکم کے خلاف کرنا تمہارے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہیں چھوڑ کے چلی جاؤنگی تو صرف اپنے ہی دل کا خمیازہ نہ ہونگی بلکہ خدا کے ہاں بھی جوابدہ ہونگی۔ مگر کیا کروں کچھ بن نہیں پڑتا۔ اصغر تم مجھ سے بہت اچھے ہو۔ تمکو صرف اسیقدر صدمہ ہوتا ہے کہ میں تم تک نہیں پہنچ سکتی مگر مجھ سے نہ پوچھو کہ مجھپر کیا مصیبتیں رہتی ہیں۔ مجھ پر سو سو طرح کے عذاب ہوتے ہیں میں تمہارا نام لینا کیا تمہارا خیال کرتے ہی لوگوں سے ڈرتی ہوں آہ مجھے رونے کا موقعہ نہیں ملتا۔

اصغر۔ پھر کیوں جاتی ہو۔ نہیں اب جاؤ۔

حسنا۔ کیا کہوں کہ کیوں جاتی ہوں بس اسی لئے کہ تم کو اور خود اپنے تئیں ستاؤں۔

اصغر۔ مجھے چاہو جسقدر ستاؤ مگر للہ اپنے آپکو نہ ستاؤ۔ مجھ سے نہ دیکھا جائیگا۔ میں ہرگز روادار نہیں کہ کوئی ستانے چاہے وہ خود تمہیں کیوں نہ ہو۔

حسنا۔ اور تمہیں جو ستاتی ہوں اچھا کرتی ہوں آہ یہ مجھ سے کیونکر ہوتا ہے کہ کہ تم کو ستاتی ہوں۔ اب ایسی باتیں مجھ سے نہ کہلواؤ۔

اصغر۔ (ایک ٹھنڈی سانس لیکر) آہ فراق کی گھڑیاں کیسی دشوار ہوتی ہیں۔

حسنا۔ اب اسوقت مصیبت کے زمانہ کو یاد نہ کرو۔ خدا جانے کتنی بڑی آرزوؤں سے یہ خوشی کا وقت ملا ہے۔

اصغر۔ پیاری حسنا میں تو بھلاتا ہوں۔ مگر وہ گذرا ہوا غم یاد ہی آجاتا ہے کمبخت کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑتا۔ آئندہ کا خوف بھی کھٹکا لگا ہے۔ بس تم اتنا وعدہ کر لیتیں کہ اب نہ جاؤنگی۔ پھر یہ غم بھول جاتا۔ اور اس وقت کی خوشی سچی ہو جاتی۔

حسنا۔ رسوائی کے لئے تم ہی اصرار نہیں کرتے ہو۔ بلکہ میرا دل بھی بار بار مجھ سے یہی کہتا ہے۔ مگر کیا کروں اس امر میں بالکل بے بس ہوں۔

اصغر۔ اچھا کوئی ایسی ترکیب بتاؤ کہ یہ روز روز کی گھبراہٹ جاتی رہے آخر کیا تمہاری زندگی یوں ہی گذرے گی۔

حسنیٰ۔ کیا تدبیر بتاؤں کچھ بھی میری سمجھ میں تو نہیں آتا کیونکر زندگی بسر ہوگی ہوگا ۔

اصغر۔ تو کیا ہمیشہ ہی مصیبت رہے گی۔ نہیں ایسا نہ کہو۔

حسنیٰ۔ آخر کیا کیا جائے۔ کچھ بن بھی تو پڑے۔ میرے اختیار میں تو کچھ نہیں ہے۔ کچھ تمہاری سمجھ میں آئے تو تم ہی بتاؤ۔

اصغر۔ کیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم تم دونو شہر کو چھوڑ دیں اور کسی اور شہر میں جا کے سکونت اختیار کریں۔ اسطرح شاید ان بلاؤں سے نجات مل جائے گی۔

حسنیٰ۔ نہیں یہ تو نہیں ہو سکتا۔ دنیا کیا کہیگی یہی کہ حسنیٰ ایسی آوارہ لڑکی تھی کہ کسی کے ساتھ نکل گئی۔ کاش یہ ذلت بھی میرے لئے ہی ہوتی۔ میرے خاندان بھر کے لئے ہوگی۔ میرے باپ مر چکے ہیں۔ مگر اب مرنے کے بعد ان کا نام بدنام ہو جائیگا۔ ابا جان یعنی چچا کو زہر کھا لینے کے سوا اور کچھ نہ سوجھے گا۔ یہ تو مجھ سے نہ ہوگا۔ خاندان پہ اتنا بڑا دھبہ لگاؤں۔

اصغر۔ اچھا پھر کوئی اور ترکیب نکالو ہائے یہ مصیبت کی گھڑیاں اب کاٹے نہیں کٹتیں۔

حسنیٰ۔ اور اگر میں کہیں تمہارے ساتھ چلی جاؤں تو کیا چھپی رہونگی ہندوستان بھر میں جہاں ہونگی پتہ لگ جائیگا۔

اصغر۔ تو ہندوستان پہ ہی کیا موقوف۔ اور ملکوں میں نہیں جا سکتے۔ ضرور جا سکتے ہیں۔ مصر۔ روم۔ شام۔ عرب۔ ایران یہ سب ملک ہمارے لئے موجود ہیں۔ جہاں سے ہماری یہاں کسیکو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔

حسنیٰ۔ مگر خاندان کی بے عزتی اور بے آبروئی تو مجھے گوارا نہ ہوگی۔

اصغر۔ اچھا تو یہ راز مولوی محمد سعید پر ظاہر ہی کیوں نہ کر دیا جائے جب تک انکو معلوم نہ ہوگا۔ اسوقت تک یہ ملاقات گناہ ہے۔ خدا کا گناہ نہیں مگر خاندان کا گناہ ضرور ہے۔ انکو بتا دیا جائے۔ تو سب باتوں میں آسانی ہو جائیگی۔

حسنیٰ۔ یہ تو میں چاہتی ہوں۔ مگر ان سے کون کہے۔ ایک تو خدا جانے خبر سن کر ان کی کیا حالت ہو۔ دوسرے مجھ سے تو نہ کہا جائیگا۔ اور کوئی کہنے والا نہیں۔

اصغر۔ تم اجازت دو کہ میں کسی ذریعے سے انہیں کہہ دوں آخر کسیطرح کوئی فیصلہ

تو ہو۔

حسینہ۔ نہیں تم ایسا غضب نہ کرنا وہ میرے خون کے پیاسے ہو جائینگے ابھی انہیں ذرا سی بھنک پہنچی ہے۔ اسپر اس درجہ برہم ہو رہے ہیں کہ خدا کی پناہ جو کوئی ان سے کہے اول تو وہ انکا عزیز ہو اور کہے بھی تو عقلمندی سے بات کو پٹ کے تم فکر نہ کرو۔ انہیں خود ہی خبر ہو جائیگی۔

اصغر۔ ہائے تمہیں اسکا خیال نہیں کہ جب تک انہیں خبر ہو مجھپر کیا گذر جائیگی آہ اس تو ہجران نصیبی سے جان پر بن گئی ہے۔

حسینہ۔ میرے اصغر کیا تم جانتے ہو کہ میں جان بوجھ کے اس بلا میں پڑی ہوں۔ بیتابی اور بیقراری سے جو میرا عالم ہوتا ہے۔ اسکو بیان نہیں کر سکتی۔

اصغر۔ تمہیں صبر کرنا آتا ہے مگر پیاری حسینہ میں تمہارا سا ضبط کہاں سے لاؤں عشق کی دنیا میں بالکل بیطرف ہوں۔ مجھ سے کسطرح ضبط نہیں ہوسکتا۔

حسینہ۔ میں تو اپنے سے زیادہ بیصبر کسیکو نہیں دیکھتی۔ ہائے تم ان سے پوچھو کہ میرا کیا حال ہوتا ہے۔ یہ ہر گھڑی یہی دیکھتی رہتی ہے۔ مگر میں جس طرح جھنجلا جھنجلا کے بگڑتی ہوں اور جیسی جیسی باتیں سناتی ہوں۔ وہ قمرن کا کلیجہ ہے۔ جو سن کے چپ ہو رہتی ہے لیکن کیا کروں۔ ابا جان کے خوف سے کچھ نہیں بن پڑتا۔ میں انکے مزاج سے واقف ہوں۔ اگر یہ بات ذرا بھی بے موقع انکے کان میں پڑ گئی۔ تو اپنی جان دینے پر یا میری جان لینے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اور مجھے تو اس کی ذرا بھی پروا نہیں کہ میرا کام تمام کردیں۔ مگر میں پہلے سے زیادہ حفاظت کرتی ہوں اسلیئے کہ اپنے لیئے نہیں اور اب صرف تمہارے لیئے ہوں۔ یہ جان تمہاری نظر کر چکی ہوں۔ اسکو کوئی اور کیوں لے۔

اصغر۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ خدا نے تمہیں میرے لیئے اور مجھے تمہارے لیئے پیدا کیا۔ مگر ہائے افسوس تو یہی ہے۔ کہ ہم دونوں ایکدوسرے کے ہیں مگر کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا۔ اسلیئے کہتا ہوں کہ انہیں خبر کردوں۔

حسینہ۔ ہاں ہاں میں کسی نہ کسی طرح ان کے کان تک پہنچا دونگی۔

اصغر۔ اچھا تو جلدی پہنچاؤ۔ مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا۔ میری حسینہ میں اب جدائی کی طاقت

حسنا ۔ کیا تدبیر بتاؤں کچھ بھی میری سمجھ میں تو نہیں آتا کیونکر زندگی بسر ہوگی ہوگا ۔
اصغر ۔ تو کیا ہمیشہ یہی مصیبت رہے گی ۔ نہیں ایسا نہ کہو ۔
حسنا ۔ آخر کیا کیا جائے ۔ کچھ بن بھی تو پڑے ۔ میرے اختیار میں تو کچھ نہیں ہے ۔ کچھ تمہاری سمجھ میں آئے تو تم ہی بتاؤ ۔
اصغر ۔ کیا یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ہم تم دونو شہر کو چھوڑ دیں اور کسی اور شہر میں جا کے سکونت اختیار کریں ۔ اسیطرح شاید ان بلاؤں سے نجات مل جائے گی ۔
حسنا ۔ نہیں یہ تو نہیں ہوسکتا ۔ دنیا کیا کہیگی یہی کہ حسنا ایسی آوارہ لڑکی تھی کہ کسی کے ساتھ نکل گئی کاش یہ ذلت بھی میرے لئے ہی نہیں ہوتی ۔ میرے خاندان بھر کے لئے ہوگی ۔ میرے باپ مر چکے ہیں ۔ مگر اب مرنے کے بعد ان کا نام بدنام ہو جائیگا ابا جان یعنی چچا کو زہر کھا لینے کے سوا اور کچھ نہ سوجھے گا ۔ یہ تو مجھ سے نہ ہوگا ۔ خاندان پر اتنا بڑا دھبہ لگاؤں ۔
اصغر ۔ اچھا پھر کوئی اور ترکیب نکالو تا کہ یہ مصیبت کی گھڑیاں اب کاٹے نہیں کٹتیں ۔
حسنا ۔ اور اگر میں کہیں تمہارے ساتھ چلی جاؤں تو کیا چھپی رہونگی ہندوستان بھر میں جہاں ہونگی پتہ لگ جائیگا ۔
اصغر ۔ تو ہندوستان پر ہی کیا موقوف ۔ اور ملکوں میں نہیں جا سکتے "ضرور جا سکتے" ہیں ۔ مصر ۔ روم ۔ شام ۔ عرب ۔ ایران یہ سب ملک ہمارے لئے موجود ہیں ۔ جہاں سے ہماری یہاں کسیکو خبر بھی نہیں ہوسکتی ۔
حسنا ۔ مگر خاندان کی بے عزتی اور بے آبروئی تو مجھے گوارا نہ ہوگی ۔
اصغر ۔ اچھا تو یہ راز مولوی محمد سعید پر ظاہر ہی کیوں نہ کر دیا جائے تب تک انکو معلوم نہ ہوگا ۔ اسوقت تک یہ ملاقات گناہ ہے ۔ خدا کا گناہ نہیں مگر خاندان کا گناہ ضرور ہے ۔ انکو بتا دیا جائے ۔ تو سب باتوں میں آسانی ہو جائیگی ۔
حسنا ۔ یہ تو میں چاہتی ہوں ۔ مگر اسے کون کہے ۔ ایک تو خود اپنے خیر سن کر ان کی کیا نسبت ہو ۔ دوسرے مجھ سے تو نہ کہا جائیگا ۔ اور کوئی کہنے والا نہیں ۔
اصغر ۔ تم اجازت دو کہ کسی ذریعے سے میں انہیں کر دوں آخر کسیطرح کوئی فیصلہ

تو ہو۔

حسنٰے۔ نہیں تم ایسا غضب نہ کرنا وہ میرے خون کے پیاسے ہو جائینگے ابھی انہیں ذرا سی بھنک پہنچی ہے۔ اسپر ان درجہ یہ ہم ہو رہے ہیں کہ خدا کی پناہ جو کوئی ان سے کہے اول تو وہ انکا عزیز ہو اور کہے بھی تو عقلمندی سے بات کو بنا کے تم فکر نہ کرو۔ انہیں خود ہی خبر ہو جائیگی۔

اصغر۔ ہائے تمہیں اسکا خیال نہیں کہ جب تک انہیں خبر ہو مجھپر کیا گذر جائیگی آہ اس ہجران نصیبی سے جان پر بن گئی ہے۔

حسنٰے۔ میرے اصغر کیا تم جانتے ہو کہ میں جان بوجھ کے اس بلا میں پڑتی ہوں۔ بیتابی اور بیقراری سے جو میرا عالم ہوتا ہے۔ اسکو بیان نہیں کر سکتی۔

اصغر۔ تمہیں صبر کرنا آتا ہے مگر پیاری حسنٰے میں تمہارا سا ضبط کہاں سے لاؤں عشق کی دنیا میں بالکل بیطرف ہوں۔ مجھ سے کسیطرح ضبط نہیں ہو سکتا۔

حسنٰے۔ میں تو اپنے سے زیادہ بیصبر کسیکو نہیں دیکھتی۔ ہائے قمرن سے پوچھو کہ میرا کیا حال ہوتا ہے۔ یہ ہر گھڑی یہی دیکھتی رہتی ہے۔ مگر میں جس طرح جھنجھلا جھنجھلا کے بگڑتی ہوں اور جیسی جیسی باتیں سناتی ہوں۔ وہ قمرن کا کلیجہ ہے۔ جو سن کے چپ ہو رہتی ہے لیکن کیا کروں۔ ابا جان کے خوف سے کچھ نہیں بن پڑتا۔ میں انکے مزاج سے واقف ہوں۔ اگر یہ بات ذرا بھی بے موقع انکے کان میں پڑ گئی۔ تو اپنی جان دینے پر یا میری جان لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور مجھے تو اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کہ میرا کام تمام کر دیں۔ مگر میں پہلے سے زیادہ حفاظت کرتی ہوں اسلیے کہ پہلے تو اپنے لئے تھی اور اب صرف تمہارے لیئے ہوں۔ یہ جان تمہاری نظر کر چکی ہوں۔ اسکو کوئی اور کیوں لے۔

اصغر۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ خدا نے تمہیں میرے لئے اور مجھے تمہارے لیئے پیدا کیا مگر ہائے افسوس تو یہی ہے۔ کہ ہم دونوں ایکدوسرے کے ہیں مگر کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا۔ اسلیئے کہتا ہوں کہ انہیں خبر کر دوں۔

حسنٰے۔ ہاں ہاں میں کسی نہ کسی طرح ان کے کان تک پہنچا دونگی۔

اصغر۔ اچھا تو جلدی پہنچاؤ۔ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ میری حسنٰے میں اب جدائی کی طاقت نہ

اتنے میں ایک آواز آئی سب کا دھیان اسی طرف اٹھ گیا۔ جب دوسری آواز آئی تو معلوم کیا کہ عباس قمرن کو پکارتا ہے۔

حسینا۔ اسے ہے کیا ڈر گئی ہوں۔ کلیجہ دھک سے ہو گیا۔

اصغر۔ عشق بدگمانی کے سوا اور کوئی بات دل میں رہتی۔ (قمرن کی طرف دیکھکر) قمرن جاؤ دیکھو کیا کہتے ہیں۔

قمرن۔ جاتی ہوں مگر بیوی کوئی چلنے کا سامان کیجئے۔ کوئی انتہا ہے آٹھ بجا چاہتے ہیں۔

حسینا۔ آٹھ ہائے اتنی جلدی۔

اصغر۔ ابھی ابھی تو آئی ہیں۔

حسینا۔ دیکھو تو ابھی مجھے شاید آدھ گھنٹہ بھی نہ ہوا ہوگا۔

قمرن۔ آپکو تو خوشی میں نہ معلوم ہؤا ہوگا۔ بیوی بہت دیر ہوئی۔

حسینا۔ ہائے خوشی کی گھڑی کیسی جلدی گذر جاتی ہے۔ اسے مسرت کے وقت اتنی تو نہ کیا کرتو بھی دشمنی کریگا۔ تو پھر کس سے امید ہوگی تو تو خوشی کا ساتھ ہے۔

قمرن۔ تو میں جاتی ہوں۔ (اٹھ کے چلی گئی)۔

حسینا۔ افسوس ہماری قسمت ہماری دشمن ہے کیا کروں کہ تقدیر موافق ہو جائے۔ ہائے اب اباجان مجھے کیونکر اجازت دینگے کہ آزادی کیسا تھ اپنے مالک صغر سے ملوں۔

اصغر۔ (حسینا کا پیارا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر) خیر اگر مجھ سے ملنا تمہارے امکان میں نہیں تو اس شخص کا آج اپنے ہاتھ سے فیصلہ کرتی جاؤ۔ جو تمہارا مشتاق ہے نہیں بے اسکے تم میرا کام تمام کرو۔ میں تمہیں نہ جانے دونگا۔

حسینا۔ (کانپ کر) خدا کے لئے ایسی باتیں زبان سے نہ نکالو۔

اصغر۔ (آبدیدہ ہوکر) نہیں میں جھوٹ نہیں کہتا۔ پھر یہ اچھا ہوگا۔ کہ بے قراری اور بیتابی والم دردا والی شب فراق میرا کام تمام کردے۔

حسینا۔ (گلے میں باہیں ڈالکر) خدا کے لئے یہ نہ کہو۔ دیکھو میرا دل پھٹا جاتا ہے۔

اصغر۔ یہ جھوٹ نہیں ہے۔ یقین جانو تمہارے جاتے ہی میرا دم نکلا۔

حسنا۔ ایک چڑھتی ہوئی آہ سرد کو روک کر اور اصغر کا منہ ہاتھ سے بند کرکے للہ یہ نہ کہو جو جی چاہے کہو مگر یہ کلمہ زبان سے نہ نکالو۔

اصغر۔ ہائے پیاری حسنا۔ تمہیں یقین ہی نہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ تمہارے فراق میں میری جان پر بن جاتی ہے۔ اور تم سن لوگی کہ تم وہاں اطمینان سے بیٹھی ہو۔ اور تمہارا دلدادہ جان نثار عاشق تمپر قربان ہوگیا۔

حسنا نے یہ سنتے ہی بیتابی کی ایک دلربا ادا سے اصغر کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور خوشامد کرکے کہنے لگی میرے اصغر مجھے زیادہ مایوس نہ کرو۔ تمہاری یہ باتیں مجھے بیصبر کئے دیتی ہیں۔ خودبخود دل میں آتا ہے کہ ننگ و ناموس کو خیرباد کہدوں اور دامن حیا و شرم کو چاک کرکے نکل کھڑی ہوں۔ بیشک تمہارے لئے میں بہت بیعزتیاں گوارا کر لونگی۔ میرے نام پر شہر بھر میں ہر جگہ لعنت ملامت کیجائیگی۔ اگر تمہیں پسند ہو۔ تو صاف کہدو میں سب گوارا کرتی ہوں۔ ہائے بدنام اور بے آبرو ہوکے تم سے [illegible] کے کام کی نہ ہونگی۔ خدا کیلئے جلدی کہدو اور اپنی والدہ کو بدنام کرنا چاہتے ہو تو شوق سے کرو۔

اصغر۔ نہیں نہیں۔ پیاری ہرگز نہیں چاہتا۔ مگر افسوس دل کا جوش ایسی باتیں کہلاتا ہے۔ ہائے یہ زبان خدا جانے خودی اور جوش میں تم سے کیا کیا کہدیا کرتی ہے پیاری حسنا اب میں کوئی حملہ کہوں تو معاف کردینا۔

حسنا۔ ہائے ابتو دعا کرو۔ کہ خدا ہم دونوں کو صبر دے۔ افسوس اس گھڑی کیحالت کیونکر بتاؤں۔ جب میں رہ رہ کے سنبھالتی ہوں اور یہ ظالم میرے قابو سے نکل جاتا ہے (آبدیدہ ہوکر) ہائے اسوقت کچھ بن نہیں پڑتا۔ آنسو جاری ہو جاتے ہیں، مجھے بار بار یہی خیال آتا ہے کہ اب گھر جاؤنگی تو کیا کرونگی۔ ہائے اتنی دیر کی باتوں نے اور بے صبر کردیا ہے۔ اب تو بیقراری پہلے سے زیادہ ستائیگی۔

اصغر۔ (تسلی دیکر) پیاری ہم تم دونوں بے تاب ہیں۔ نہ زیادہ مت گھبراؤ دیکھو خدا بہت جلد ہمیں اطمینان سے ملائیگا۔

حسنا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت جاکے میں ہمیشہ کیواسطے تم سے جدا ہو جاؤنگی ہائے پیارے اصغر یہ کہہ کے شرما جاتی ہے اب جاکے میرا آنا محال ہے میں تم سے ہمیشہ کیلئے رخصت (روتے اصغر سے لپٹ جاتی ہے) تم یقین جانو کہ تمہاری

حسنا اب تمہارے ہاتھ سے جاتی ہے ہمیشہ کے لیے جاتی ہے (پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتی ہے)

اصغر۔ (لب لعلیں کا بوسہ لیکر) پیاری یہ کیا کہتی ہو۔ یہ ایسی مایوسی ہم ہرگز مایوس نہیں ہیں۔ یہ تو اسوقت کیلئے ہے۔ جبتک ہمیں خاندان اور عزیزوں کے کہنے کا خیال ہے ورنہ جب خدا نے ہمارا دل ملا دیا تو کون جدا کر سکتا ہے۔ اسوقت تک حسنا کا رونا نہیں موقوف ہوا تھا۔ اصغر بات پوری کرکے جواب کا منتظر تھا اور وہ بیقرار و قطار رو رہی تھی آخر روتے روتے ہچکی بندھ گئی حسنا اسقدر روئی تھی کہ پیٹ میں لس نہ سماتی تھی۔

اصغر نے پھر لب لعلین کا بوسہ لیا اور دلدہی کرکے کہنے لگا۔ پیاری حسنا تمہاری بیتابی نے مجھے ساری بیقراری بھلا دی۔ خدا کیلئے ایسی بیتاب نہ ہو ایسی مایوسی کی باتیں نہ کرو۔ خدا کارساز ہے وہ ساری مصیبتیں دفع کر دیگا۔ ہم بڑی خوشی سے ملینگے اور بے کھٹکے ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھائیں گے۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمارا عشق سچا ہے۔ ہماری نیت صاف ہے پھر کیا خوف۔ ہمارے ارادے ہزار روکے جائیں۔ مگر خدا پورے کر دیگا۔ پیاری تم گھبراؤ نہیں۔

حسنا۔ میں گھبراتی نہیں ہوں۔ اپنی قسمت کو روتی ہوں۔ ہائے عشق تو بڑا ظالم ہے۔ تیرے مظلوم کو کوئی دوست نہیں ملتا۔ تقدیر بھی اسکی دشمن ہو جاتی ہے۔

اصغر۔ (پیار کرکے) آسمان تقدیر۔ زمانہ عزیز و اقارب سب دشمن ہیں مگر ہماری پاکبازی ہمیں فتح دلوائیگی اور ہم سب کامیاب ہونگے۔

حسنا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو مگر میرا تو یہ حال ہے کہ امید جسکی طرف میرا خیال لے جاتا ہے۔ ادھر سے مجھے خوف اور مایوسی کی صورت نظر آئے گی۔

اصغر نے اسکے بعد حسنا کے نازک رخساروں سے آنسو پونچھے اور اسکے پیارے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اسوقت حسنا کی صورت کچھ ایسی بھلی معلوم ہوتی۔ کہ اصغر سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے متواتر بوسے لیے۔

حسنا (ہاتھ سے اصغر کا منہ ہٹا کر) یہ باتیں کچھ ایسے وقت بھلی معلوم ہوتی ہیں جب دلکو اطمینان ہو

اصغر۔ تو کیا اس تھوڑی دیر کی خوشی سے بھی محروم رکھنا چاہتی ہو۔

حسنا۔ خدا کی قسم ان باتوں میں دل نہیں لگتا یہاں پہ بنی ہوئی ہے اور تمہیں خدا جانے

کیا سوجھتا ہے۔

اصغر۔ پیاری حسنا اب خدا نے ملایا ہے۔ دو گھڑی اطمینان سے گذرنے دو۔ اس کے بعد خدا جانے کیا ہو اور کیا پیش آئے۔

حسنا۔ تمہیں شاید اطمینان اور بے فکری ہو۔ مجھے تو ہر وقت دل میں کھٹکا لگا رہتا ہے۔ کچھ دیکھیے کیا ہو۔ ہائے میری زندگی غم و الم سے ہی کٹے گی۔

اتنے میں قمرن دوڑتی ہوئی آئی۔ اور کہنے لگی ہے ہے بی بی غضب ہو گیا۔ ہائے اب کیا ہوگا۔ ہائے میں تو کہیں کی نہ رہی۔

حسنا۔ (گھبرا کر) کیا ہوا۔ کچھ تو بیان کرو۔

قمرن۔ (چپکے چپکے) بیوی میں ذرا ایک کام کو باہر گئی تھی مجھے میاں عباس نے بھیجا تھا پلٹ کے آئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں۔ عباس کے پاس ہمارے میاں مولوی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میاں عباس انہیں کسی نہ کسی طرح ٹالدیتے۔ مگر میری کمبختی جو آئی تو سیدھی وہاں چلی گئی۔ جہاں وہ بیٹھے تھے۔ میری صورت دیکھتے ہی انکا منہ سرخ ہو گیا اے بیوی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ تو خدا جانے کیا کرگذرتے مگر عباس اور صفدر بیٹھے تھے اور کچھ بن نہ پڑا۔ مگر غصہ کی کپاری آواز سے پوچھنے لگے۔ قمرن تم کہاں۔ بیوی میں ایسی سہم گئی تھی۔ کہ مجھ سے کچھ جواب نہ بن پڑا آنکھیں جھکائے دیر تک کھڑی رہی اور اب چپکے سے کھسک کر یہاں چلی آئی ہوں۔ ہائے اب کیا ہوگا میرا تو سر ہی منڈھا جائیگا بیوی تم بھی اچھی رہوگی اور سب اچھے رہیں گے ساری آئی گئی میرے سر پہ ہو جائیگی

حسنا یہ سنکے بہت پریشان ہوئی اور اصغر کیطرف دیکھ کے کہنے لگی تم نے قسمت کا دشمنی دیکھی۔ ہائے ہم یونہی محروم اور ناکام رہیں گے اور جو کچھ رسوائی ہوگی وہ علاوہ ہوگی۔ اب کیا کیا جائے گا۔ انہیں میرے یہاں آنے کا یقین آگیا ہے اور کچھ نہیں۔ جو ہی سن کے آئے ہوں۔ اور کبھی کبھی یہاں آئی ہے۔ یا آج آ اسوقت آئے ہیں۔

اصغر۔ وہ تو اور کبھی نہیں آئے۔ کیا ہیں نے تو انکی صورت بھی نہیں دیکھی۔

حسنا۔ بس میری ہی نوہ میں آئے ہیں۔ اب گھر جا کے میرے ساتھ جو نہ کریں تھوڑا ہے۔

ہائے قسمت میری بڑی تنگ رہی۔ آج مجھ سے چھوٹ جائیگی خداوند اب کیا کروں۔
اب تو میں گھر کے رہنے کے قابل ہی نہیں رہی اتنا کہا اور زار و قطار رونے لگی

اصغر۔ پیاری حسنا تم گھبراؤ نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اب یہ معاملہ سب ان پر ظاہر کر دیا جائے۔ عباس علیحدگی سے بیان کر دیں گے۔ وہ بڑے زبان آور آدمی ہیں اور سمجھا بجھا کر یہاں بلا لائے ہیں۔ تمہارا انکا بھی سامنا ہو جائے اور میں بھی باہر ان سے ملونگا اور اسطرح ملونگا کہ غصہ انکا فرو ہو جائیگا۔ سارا کام اسی وقت بن جائیگا۔ اور جو کچھ ہرج ہوگا ہو جائے گا۔ اور یہاں سے دفعہ میں پھر سے چلے گئے۔ تو حقیقت میں گھر پہنچ کے خدا جانے کیا آفت پیدا کریں گے۔ اور تمہارے جاتے ہی تم پر ایسا ظلم کریں گے۔ جو کوئی انسان حیوان کے ساتھ نہ کرے گا۔

حسنا۔ ہائے مجھ سے یہاں کیونکر ان کا سامنا کیا جائیگا۔ نہیں مجھ سے نہ ہوگا۔ میں سب ظلم برداشت کرونگی۔

اصغر۔ یہ تو اب مجھ سے نہ ہوگا تم پر اتنا ظلم ہو۔ (کانپ کر) میں ہرگز اس کا روادار نہ ہونگا۔ اور اگر ایسا ہو تو شاید میں وہاں پہنچ کے ان سب سے بہت بری طرح پیش آؤنگا۔ میں ہر طرح ان کی منت خوشامد کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو گیا کہ خدا نخواستہ تم سے وہ ظلم کے ساتھ پیش آئے۔ تو اپنی اور ان کی جان ہلاک کر ڈالونگا۔ جس طرح ہو سکے۔ ابھی وقت فیصلہ کر لو۔

حسنا۔ (رو کر) ہائے اب کیا کروں۔ اب کسی طرح نہیں بن پڑتا نہ سامنا کرتے بنتا ہے ورنہ سامنے سے انکار کرتے ہائے یہ کیونکر گوارا کروں۔ کہ تم جان پر کھیل جاؤ گے میرے اصغر تم مجھ پر ظلم ہونے دو۔ تمہیں اس سے کیا غرض۔ اگر وہ مجھ پر ظلم کریں گے۔ تو انہیں ظلم کرنے کا حق ہے تم کیوں بیچ میں کیا پڑے۔ تمہیں وہ چاہیں کریں ان کو کیا مطلب اگر تمہاری ہوں تو میں ہوں۔ ان سے تمہیں کیا علاقہ (ہاتھ جوڑ کر) میرے اصغر خدا کیلئے اس معاملے میں تم زیادہ اصرار نہ کرو۔

اصغر۔ تمہارے کہنے سے اس وقت تو خاموش ہو رہوں گا۔ مگر سچ کہتا ہوں۔ اگر یہ معلوم ہوا۔ کہ تم پر ظلم ہوتا ہے۔ یا وہی نہ ہوں گے۔ یا میں نہ ہوں گا میں کیا کروں۔ دل پر میرا کچھ اختیار ہے۔ مجھے فساد اور ہنگامہ سے

ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ مگر یہ ایسا امر ہے۔ کہ فوراً جان دینے پر آمادہ ہو جاؤنگا۔

حسنا۔ ہائے کیا کروں اے میرے اللہ یہ تو کسیطرح نہیں ملتے اگر یہی ہے۔ تو تمہیں اختیار ہے۔ تمہارے لئے میں سب منظور کرونگی۔ اب میں نے سب کا خیال دل سے نکال ڈالا اور بالکل تمہاری ہوگئی۔ اب گھر ہی نہ جاؤنگی جو کچھ ہونا ہوگا ہو رہیگا۔

حسنا کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی اصغر ایسا خوش ہوا۔ کہ بے تکلف جھک کے پیاری حوروش حسنا کا منہ چوم لیا۔ اسکا خیال نہ رہا کہ قمرن پاس کھڑی ہے۔

اسکے بعد کہنے لگا۔ اچھا تو تم یہاں ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں اور جا کے سب باتوں کا بند و بست کرونگا۔ عباس کو الگ بلا کے سمجھا دونگا۔ پہلے وہ بطور خود کہیں گے۔ پھر جا کے میں ملونگا۔ اور ادب خلق سے ان کو خوش کر کے تمہارے پاس بھیجدونگا۔ اور اگر قمرن کے سامنے ملنا ناپسند کرو۔ تو کہو قمرن کو بھی اپنے پاس بلالوں۔

حسنا۔ میں حیران ہوں کہ کیونکر انکا سامنا کروں گی اور ان سب کے سامنے میرے منہ سے کیونکر بات نکلے گی۔ خیر اب جو ہو سو ہو منظور کر چکی ہوں۔ ابھی قمرن کو بیٹھا رہنے دو۔ جب وہ آنے لگیں اسوقت بلا لینا۔

اصغر۔ بہت بہتر کہہ کے کمرہ سے باہر نکلا۔ یہ مکان دو قطعوں میں منقسم تھا دروازہ دونوں کا ایک تھا۔ مگر دونوں جدا جدا تھے۔ اصغر اور اسکے دوست ایک میں تھے۔ اور دوسرا خالی پڑا تھا۔ حسنا کو اصغر نے اسی مکان پر ٹھہرایا تھا۔ اور اسکے دوست عباس و صفدر اسی مکان میں تھے۔ جس میں تینوں طالب علم رہتے تھے۔ اصغر یہاں سے نکلا۔ اور دروازہ کے پاس جا کے اپنے خدمتگار کو بلایا۔ خدمتگار حاضر ہوا۔ اصغر پوچھنے لگا۔ وہ جو آئے تھے بیٹھے ہیں۔

خدمتگار۔ جی ہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپکو کئی دفعہ پوچھ چکے ہیں۔ میاں کون ہیں۔

اصغر۔ ہیں ایک شخص۔ اچھا تو جا کے ذرا چپکے سے عباس کو یہاں بلا لاؤ۔ اور صفدر کے کان میں کہدینا۔ کہ انہیں باتوں میں لگائے رکھے۔

خدمتگار دوڑ گیا۔ پہلے اس نے صفدر کے کان میں کہا۔ پھر عباس کو اشارے سے بلا لیا۔ عباس وہاں سے اٹھ کے آیا اور پوچھنے لگا کیوں کیا ہے۔

خدمتگار۔ میاں، اصغر ادھر دروازے پہ کھڑے آپکو بلا رہے ہیں۔

عباس جا کے اصغر سے ملا اور کہنے لگا و مبارک خسر صاحب تشریف لائے ہیں۔

اصغر۔ یہ تو مجھے قمرن کی زبانی معلوم ہو چکا۔ مگر کچھ یہ بھی معلوم ہوا کس غرض سے آئے ہیں۔ انہیں یہاں آنے سے کیا غرض۔ آجتک تو کبھی نہیں آئے۔

عباس۔ تمہیں پوچھتے ہوئے تھے۔ خدا جانے تمہارا نام کس نے بتایا اور کس کام سے آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو انہیں سب حال معلوم ہو گیا ان کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ نہایت پریشان اور ملول سے معلوم ہوتے ہیں۔ غضب تو یہ ہوا کہ قمرن انکے سامنے جا کے کھڑی ہو گئی۔ قمرن کی صورت دیکھتے ہی کچھ طیش سا آگیا مگر ضبط کر کے اس سے اتنا ہی پوچھ کے رہ گئے۔ کہ تم یہاں کہاں۔ اس بیوقوف نے سن کے کچھ جواب نہ دیا اور سر جھکا کے چلی گئی۔

اصغر۔ تو اگر نہ معلوم تھا۔ تو اب معلوم ہو گیا ہو گا۔

عباس۔ اس میں شک ہی کیا ہے اور میں سچ کہتا ہوں۔ یقیناً یہاں آنے سے پہلے انکو سارا حال معلوم ہو چکا تھا۔

اصغر۔ اب تمہاری رائے میں کیا مناسب ہے۔ قمرن الگ رو رہی ہے اور پیاری حسنا الگ حیران و پریشان ہے۔ دونوں کے چہرے اتر گئے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو۔ کہ یہاں تو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ چپکے بیٹھے رہیں گے۔ مگر گھر جا کے حسنا اور قمرن دونوں پہ بڑا ظلم کریں گے۔ اور مجھ سے یہ نہ ہو سکیگا۔ کہ میری جان سے پیاری حسنا پہ ظلم ہو۔ اور میں خاموش بیٹھا رہوں۔ اپنی جان دینے پہ آمادہ ہو جاؤنگا۔

عباس۔ پھر اسکا کیا علاج کہ وہ حسنا کو تکلیف دیں گے۔

اصغر۔ میری رائے میں تم تو خوبصورتی کے ساتھ اصل معاملہ کی اطلاع کر دو۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے بلا لو۔ تعظیم و تکریم سے انہیں خوش کروں پھر حسنا کے پاس بھیجکے کہیں انکا سامنا کرا دو۔ وہ بھی تنہائی میں بطور خود معذرت کریگی۔

عباس۔ تم جاؤ میرے نزدیک یہ مناسب نہیں ہے۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ بہت برہم ہو جائیں۔

اصغر۔ ابھی برہم تو ہر طرح ہونگے۔ اب کسیطرح فیصلہ بھی ہو۔ یہ روز روز کی مصیبت

جائیں اور میں سچ کہتا ہوں۔ یہ میری پیاری حسنیٰ پر بڑا ظلم کریں گے۔ اور اگر یہاں میں دیکھونگا۔ کہ ان کے تیور نہیں اچھے ہیں۔ تو میں اپنی حسنیٰ کو ہرگز نہ جانے دونگا۔ چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے۔

عباس۔ مجنوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ تم نہ جانے دوگے اور حسنیٰ نہ جائے گی۔ اتنا بڑا معاملہ تمہارے نہ جانے دینے سے طے ہو جائیگا۔ آپ کا بس چلے گا۔ تو نہ جانے دیجئے گا۔ اور جو نہ بس چلا تو کیا ہوگا۔

اصغر۔ اپنی جان دونگا۔ یہ تو ممکن ہوگا۔ یا یہ بھی نہ بن پڑیگا۔ مگر خدا کیلئے جاؤ اور ان سے بیان کر دو۔

عباس۔ میری رائے میں یہ ٹھیک نہیں ہے

اصغر۔ نہ سہی آپ میرے کہنے سے تشریف لے جائیے گا۔

الغرض اصغر کے مجبور کرنے سے عباس گیا۔ اور جا کے قرینہ سے بیٹھ گیا۔

مولوی محمد سعید۔ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔

عباس۔ ایک ضرورت سے چلا گیا تھا۔ معاف فرمائیے گا۔ مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی مگر ضرورت بھی شدید تھی۔

مولوی محمد سعید۔ اب آپ کب تک یہاں تشریف رکھیں گے۔

عباس۔ اب یہ تو خدا کے اختیار میں ہے۔ مگر ابھی چند روز تو خواہ مخواہ رہنا ہوگا۔ کیونکہ بے امتحان دیئے تو میں نہیں جا سکتا۔

مولوی محمد سعید۔ آپ کے دوست اصغر کہاں ہیں۔ میں ان کے اشتیاق میں بیٹھا ہوں۔ جناب خان صاحب مجھ سے ان کی ذہانت کی بڑی تعریف کرتے تھے۔

عباس۔ واقعی وہ بڑے ذکی اور ذہین ہیں۔ انکی تیزی کو کالج بھر کا ایک لڑکا نہیں پہنچتا۔ آتے ہی ہونگے۔ خدا جانے انہیں کہاں دیر ہو گئی ہے آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔

مولوی محمد سعید۔ پہلے تو آپ ہمارے بھائی خانصاحب کے مکان میں رہتے تھے۔

عباس۔ جی ہاں۔ مگر وہاں زنانہ مکان قریب تھا اور سب لوگ شرفا کے مستورات کے

قریب رہنا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ جو وہاں آسائش تھی اسکا دسواں حصہ بھی ممکن نہیں ہے۔ مگر یہی مصلحت معلوم ہوئی۔ دصفدر کے کان میں کچھ کہا۔ جسکے سنتے ہی صفدر باہر چلا گیا) اگر گستاخی نہ ہو۔ تو آپ کی خدمت میں پوشیدہ طور پر کچھ عرض کرنا ہے اجازت ہو تو عرض کروں۔

مولوی محمد سعید صاحب نے غور سے عباس کی صورت دیکھی۔ جو سر جھکائے ہوئے تھا اور حیرت کے لہجے میں کہنے لگے۔ فرمایئے میں بسر و چشم حاضر ہوں۔

اجازت پاکے عباس ان کے پاس جا بیٹھا اور کہنے لگا۔ ہم لوگ اپنے وطن میں جیسا ہے جیسے ہوں شریف سمجھے جاتے ہیں۔ اور ہم کو اپنی شرافتوں کا تھوڑا بہت خیال ضرور ہے اور اسی سبب سے ہم جناب کے بھائی صاحب کے ہاں کی سکونت سے کنارہ کیا۔ اور شائد ہم میں سے کسیکو بری راہ چلتے آپ نہ ملاحظہ فرمائینگے۔

خیر اپنی تعریف سے کیا غرض۔ عرض کرنا یہ ہے۔ کہ جناب خالف حب کے ہاں رہنے سے ایک عجیب معاملہ در پیش ہوا۔ جس سے ہم اب تک حیران ہیں اور کچھ نہیں بن پڑتا کہ کیا کریں۔ شائد اسی روز جس روز خالف حب کے صاحبزادے کا ختنہ تھا۔ میں اور صفدر دونوں باہر گئے تھے۔ اور اکیلے اصغر بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔ کچھ رات گئے ہم دونوں پلٹ کے آگئے۔ تو اصغر کا عجب حال پایا زمین پر غش کھائے ہوئے پڑے تھے۔ جب ہم لوگوں نے پانی وغیرہ چھڑکا تو ہوش میں آئے۔ پوچھا کیا ہوا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ بتایا۔ مگر انکی حالت جو دیکھی نہ پڑھنے میں ہے نہ لکھنے میں رشب و روز متفکر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ بھی دیکھا۔ کہ رو رہے ہیں۔ آخر کار ہوتے ہوتے معلوم ہوا کہ خالف حب کے زنان خانہ سے دہلوکہ میں کوئی لڑکی ادھر نکل آئی تھی۔ جسکو دیکھ کر اصغر بے تاب ہو گئے۔ اور لپک کے اس کا آنچل پکڑ لیا۔ اس لڑکی کا کئی روز تک پتہ نہ لگا۔ آخر ایک ذریعہ سے کچھ حال معلوم ہوا۔ ہم لوگوں نے بڑی کوشش کی۔ کہ اسکا خیال اصغر کے ذہن سے اتر جائے۔ مگر اصغر گویا بالکل مجنون تھے۔ ہزار روکا۔ مگر یہ جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جب ان کی طرف سے مایوسی ہوئی۔ کہ یہ نہ سمجھینگے تو دریپے ہوئے اگر ممکن ہو تو اسکی آرزو پوری کیجائے اور وہ لڑکی راضی ہو تو اسکے ساتھ اسکا عقد کر دیا جائے ایک

ماما کے ذریعہ سے ہمیں اتنا موقعہ ملگیا۔ کہ اس پاکدامن لڑکی کو ہم نے یہاں بلا لیا اگرچہ آتے وقت وہ نہایت پریشان ہوئی۔ مگر ہمکو معلوم ہوگیا کہ اصغر کا عشق انکے دلمیں بیٹھ گیا ہے۔ اس مرتبہ تو خیر۔ مگر ہم نے دوبارہ بلا کے شرعی طور پر اصغر کا اس لڑکی سے عقد کر دیا۔ مگر صرف اسیقدر۔ اور تمام معاملات لڑکی کے خاندان کی اجازت پر منحصر رکھے اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا۔ کہ وہ لڑکی اصغر سے زیادہ ان کے لئے بے قرار ہے اور اصغر کا حال تو کچھ پوچھئے ہی نہیں۔ ایک عجیب مصیبت کے عالم میں ہم پڑ گئے ہیں۔ ادھر تو یہ کہ اصغر کی زندگی وبال ہوگئی ہے جان دینے پر آمادہ ہیں ادھر یہ کہ اس نے اپنا حال تباہ کر رکھا ہے اور سب پر طرہ یہ کہ ہم کسی کو منہ دکھانیکے قابل نہ رہے ہمارے ہاں خاندان میں شادی وغیرہ کے معاملات میں خاندانوں کی بڑی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ اپنی کفو کے سوا خاندان میں شادی ہی نہیں کرتے۔ ہیں۔ اس شادی کا حال وہاں معلوم ہوگا۔ تو عزیزوں بھر میں ایک تہلکہ پڑ جائیگا۔ ساری تعلیم وغیرہ سب چھوٹ گئی ہے۔ اور عجیب مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر آپ اس بارے میں ہماری دستگیری اور اعانت کریں تو ہم نہایت درجہ ممنون ہوں۔ کیوں نہ ہمارا ہمدرد معاون ہے۔ نہ کسی سے ہمکو ہمدردی کی امید ہو سکتی ہے۔

مولوی محمد سعید نے عباس کے چہرہ کو نہایت غور سے دیکھا۔ مگر عباس متانت کی صورت بنائے بیٹھا رہا۔ آخر مولوی محمد سعید بولے۔ تو اس بارہ میں میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔

عباس۔ آپ یہاں کے روساء میں ہیں۔ آپ کا بہت کچھ اثر ہے۔ اگر آپ ہماری ذرا بھی مدد فرما دیں گے۔ تو ہمارا بازو نہایت قوی ہو جائیگا۔

مولوی محمد سعید۔ مگر یہی نہیں معلوم۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں آیا اپنے خاندان کے خیال سے یہاں کا ترک تعلق چاہتے ہیں۔ یا آپ اصغر کی ہمدردی کرتے ہیں۔ کہ لڑکی ماں باپ خوشی سے رخصت کر دیں۔

عباس یہی کہ لڑکی رخصت ہو جائے۔ یہ کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ اصغر جان دیدیں۔

مولوی محمد سعید۔ مجھے اس بارہ میں کیا دخل ہے اور میں کیا کر سکتا ہوں۔ مجھ سے کبھی

نہیں معلوم کہ وہ لڑکی کون ہے ۔ مگر یہ جملہ کہتے وقت مولوی محمد سعید کے غصہ کو گویا اشتعال ہوجاتا تھا ۔ ان کی صورت سے عیاں تھی ۔ کہ وہ کسی بہت بڑے جوش دبا رہے ہیں ۔ مگر وہ جوش ان کے دبائے نہیں دبتا ۔ پھر بولے ۔ یہ آپ لوگوں کی بڑی حماقت تھی ۔ کہ آپ نے لڑکی کے ماں باپ سے درخواست کئے بغیر اسکے ساتھ نکاح کردیا ۔ آپ نے کہیں شرفا کا یہ شیوہ دیکھا ہے ۔

عباس ۔ بیشک ہماری یہ بڑی حماقت ہے ۔ مگر افسوس آپ نہیں اندازہ کرسکتے کہ عشق اور جوش محبت نے دونوں کا کیا حال بنا رکھا ہے ۔ دونوں کی بیتابی اس قدر بڑھ گئی تھی ۔ اصغر تو سودائی ہو رہا تھا ۔ اس لڑکی کی بھی حالت ایسی ہی ہو رہی تھی ۔ کہ عنقریب دامن شرم وحیا چاک کیا چاہتی تھی ۔ اسکے ذہن سے ننگ و ناموس کا خیال نکل چلا تھا ۔ ہمارے خیال میں یہی آیا ۔ کہ ان کا عقد کر دینا ثواب ہے اور پھر ہم یہ بھی دیکھ رہے تھے ۔ کہ دونوں کے دل میں بدکاری کا ہنوز عکس بھی نہیں پڑا ہے دونوں کے دل میں پاک اور شریفانہ محبت ہے ۔ ان کی محبت اسقدر پاک وصاف تھی ۔ کہ ایسی پاک محبت کہیں دیکھی اور نہ سنی گئی تھی ۔

مولوی محمد سعید ۔ جیسا آپ بتاتے ہیں ۔ کسی شریف کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے ۔ ہزار عشق ہو ۔ ہزار بیتابی ہو ۔ مگر شریفوں کو یہ کبھی گوارا ہو سکتا ہے ۔ کہ بے انکی اطلاع کے ان کی لڑکی کسی سے تعلق پیدا کرے ۔ بڑی شرم کی بات ہے لڑکی کے ماں باپ اگر شریف ہیں تو ان کے لئے شرم کی بات ہے ۔

عباس ۔ جناب مولوی صاحب قبلہ ۔ آپ بجا فرماتے ہیں مگر خیال تو فرمائیے کہ اگر دونوں کے دلوں میں برائی نہ ہو ۔ تو اسکا نکاح شرع شریف میں بھی جائز ہے اور عقل کے نزدیک تو واجب اور فرض ہے ۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا ۔ تو آپ ہی فرمائیے کتنا بڑا ظلم تھا اور کب شریفوں کو پسند ہوگا کہ جوش عشق سے مجبور ہو کر دونوں ناجائز تعلق کرلیں ۔

مولوی محمد سعید ۔ خیر جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا ۔ مگر میں کیا کروں ۔ میں اور اس معاملہ میں اعانت کروں آپ مجھ سے اس امر کی ہرگز امید نہ رکھیں ۔ اور ہاں اس لڑکی کا نام کیا ہے

عباس ۔ لڑکی کا نام تو حسنا ہے ۔ بیچاری نہایت ہی سادہ دل اور بھولی لڑکی ہے خدا کی قسم میں نے ایسی پاکباز لڑکی نہ دیکھی نہ سنی اور نہ سنی ہے ۔ اس کے دل میں

برائی اور بدکاری کا آجتک خیال بھی گذرا۔

حسینا کا نام سنتے ہی مولوی محمد سعید کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ انہوں نے سر جھکا لیا۔ اور بہزار ضبط کرتے تھے۔ مگر ان کا جوش انہیں اپنے اختیار سے نکالے دیتا تھا۔ آخر بیتاب ہو کر کہنے لگے۔ افسوس تم لوگوں نے ہم لوگوں کے ساتھ دشمنی کی۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ اور اب بے اختیار ہو کے کہتا ہوں۔ کہ لڑکی میری بھتیجی ہے۔ خاص میری بھتیجی ہے۔ جسکو میں اپنی بیٹی سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ کہ تم کو ہائے یہ بھی خیال نہ ہوا۔ کہ میرے ہی دامن عزت پر بدنامی کا دھبہ لگاتے ہو۔ زمانہ مجھے کیا کہیگا ہائے میں تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا اور طرہ یہ کہ مجھ ہی سے مدد مانگتے ہو۔

عباس نے اسوقت کوشش کر کے اپنی صورت سے ایسی حیرت ظاہر کی کہ مولوی محمد سعید کو یہی معلوم ہوا کہ عباس کو یہ ہرگز نہ معلوم تھا کہ حسینا کو ان سے کیا تعلق ہے مولوی محمد سعید نے چونکہ اپنے زعم میں اب راز افشا کر دیا تھا لہذا انکا جوش یک بیک ابھرا پڑتا تھا۔ وہ بیتاب ہو گئے تھے اور گویا بالکل اپنے قابو میں نہ تھے۔ وہ برابر زور دے دیکر کہہ رہے تھے اور افسوس کرتے جاتے تھے۔ کہ افسوس میرے ننگ و ناموس میں فرق آگیا میں عزیز و اقارب میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

عباس دیر تک ساکت رہا۔ اس نے جان بوجھ کے عقلمندی سے مولوی صاحب کو موقعہ دیا کہ اپنا جوش جہاں تک ہو سکے ظاہر کر ڈالیں اور دل کی بھڑاس نکالیں وہ خاموش بیٹھا تھا۔ اور سن سن کر تحمل کرتا جاتا تھا۔ اور مولوی صاحب بڑھ بڑھ کے باتیں کر رہے تھے۔ اور عباس وغیرہ کو جلی کٹی سنا رہے تھے اپنے جوش و خروش میں جو منہ میں آیا برابر کہتے چلے گئے۔ یہانتک کہ منہ میں کف آگیا اور کہتے کہتے تھک گئے۔ تو انہوں نے کہا یہ بات بالکل شرافت کے خلاف ہے۔ انسان کو پرائی عزت و آبرو کا بھی خیال چاہیئے۔ آپ لوگ اپنے شریف بتاتے ہیں مگر یہ حرکتیں شریفوں کی نہیں ہیں۔ انسان جب کوئی کام کرے تو اسے اسکا بھی خیال چاہیئے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ آپ ہر حالت میں اچھے رہیں گے۔ مگر وہ کمبخت لڑکی خاندان بھر میں دکھانے کے قابل نہیں رہی۔ عزیزوں اور قریبیوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی۔ ہائے حسینا میرے ہاتھ سے گئی۔ یہ کہہ کے آبدیدہ ہو گئے۔

عباس۔ آپ کا فرمانا بجا ہے اور ہم ہر طرح قصوروار ہیں اور یہ تمام لعنت ملامت بلکہ اس سے زیادہ کے ہم مستحق ہیں۔ پھر بھی میں مطمئن ہوں کہ میں خدا کے نزدیک گنہگار نہیں ہوں۔ آپ جو چاہیں فرمائیں۔ مگر اصل میں میں نے ثواب کا کام کیا ہے میرے نزدیک جہاں پاکبازی کا عشق دو شریفوں میں ہو بدکاری کا کسی جانب خیال نہ ہو دونوں طرف بے قراری ترقی کرتی جاتی ہو تاخیر میں دونوں کی جان کا اندیشہ ہو وہاں ان دونوں میں تعلق پیدا کر دینے سے زیادہ ثواب کی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ اور میں نہایت التجا کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جب خدا اور رسول اور عقل کے نزدیک یہ ثواب کا کام ہے۔ تو اگر آپ کے نزدیک کوئی گناہ ہوگا۔ تو آپ معاف بھی کر دینگے (ہاتھ جوڑ کر) لہذا معاف کر دیجئے مجھے اصلا خبر نہ تھی کہ اس معاملہ کو آپ ہی سے تعلق ہے۔

مولوی محمد سعید (جھنجھلا کر) کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ اتنا بڑا کام اور ایسی حماقت کیجائے۔ اور پھر معاف کرانے کی کوشش کیجائے۔

عباس۔ جناب مولوی صاحب قبلہ۔ میں نہایت ادب اور سچائی سے عرض کرتا ہوں آپ بھی غور فرمایئے۔ میری رائے میں اس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں میں نے ابتدا سے اس معاملے میں راستبازی سے کام لیا۔ اور یقین جانیئے کہ آپ کے سامنے بھی راستباز ہوں۔ دو صورتوں سے خالی نہیں کہ یہ امر خاص قسم کی بدنامی کا موجب نہیں ہے یا ہے اگر نہیں تو سبحان اللہ پھر آپکو بھی ہنسی خوشی معلوم کرنا چاہیئے اگر بدنامی ہے تو شرفا کا دستور ہے کہ اس قسم کی بدنامی کے موقعہ پر وہ اپنے آپ کو نیک نام رکھنے کیلئے اس تعلق کو منظور کر لیا کرتے ہیں۔ اس لئے نکاح نہ ہو جانا ہرگز بدنامی نہیں ہے اور خدانخواستہ اور کوئی بات ہو تو البتہ ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ آپکو جسطرح ہو یہ تعلق منظور کر لینا چاہیئے۔ اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں اس سے اچھا لائق اور پاک نفس داماد آپکو نہ ملے گا۔ آپ ابھی اس سے واقف نہیں ہیں۔ ان لوگوں سے دریافت کیجئے۔ جنہیں ان سے سابقہ پڑا ہے۔ اس کے استاد اس کی طبیعت داری پر عاشق ہیں انکے دوست اسکے خلق اور اسکی سچائی پر فریفتہ ہیں۔ خاندانی حیثیت سے بھی وہ بہت معزز ہے

آپ اپنے لکھنؤ کے احباب سے دریافت کر سکتے ہیں۔ مالداری کی حیثیت سے البتہ وہ آپکے برابر نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی محتاج نہیں ہے۔ اس کے والد ایک متوسط درجہ کے آدمی ہیں۔ اور بہت نیک نام ہیں۔ میرے خیال میں تو آپکا نامنظور کرنا غلطی ہے۔

مولوی محمد سعید۔ آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ اگر مان بھی لیا جائے تو میں اپنے عزیزوں کے ذہن میں کیونکر پیدا کردوں۔ وہ تو مجھے ہر طرح بدنام ہی کرینگے۔

عباس۔ میں یقین کرتا ہوں۔ جو کوئی اصغر کو ایک نظر دیکھ لیگا۔ اپنے تمام خیالات واپس کر لیگا۔ اور آپ کو یقین ہے۔ تو میں دکھیئے۔ اصغر کو جہاں ہیں انکو ڈھونڈ کے لاتا ہوں۔ یہ کہہ کے چلا گیا۔

مولوی محمد سعید۔ تو آپ انہیں کہاں ڈھونڈنے جائینگے۔ میں یہاں کب بیٹھا رہوں۔

عباس۔ جی میں کچھ تھوڑا ہی جاتا ہوں۔ آدمی کو بھیجے دیتا ہوں۔ وہ ڈھونڈھ لائیگا میں ابھی حاضر ہوا۔ یہ کہہ کے چلا گیا۔ اور چند ہی منٹ میں واپس آیا اور کہنے لگا خدا جانے انہیں آج کیوں دیر ہو گئی۔ اب تک کب کے آچکے تھے۔

مولوی محمد سعید۔ آتے ہی ہونگے۔ مگر آپ لوگوں نے یہ اچھا نہیں کیا اگر نکاح کرنا تھا تو مجھے ضرور خبر کی ہوتی۔

عباس۔ جناب اول تو یقین نہ تھا۔ کہ آپ منظور کرلینگے۔ اور دوسرے میں قسم کھا کے کہتا ہوں۔ کہ اصغر اور حسنہ کی بیقراری اسقدر بڑھ گئی تھی۔ کہ کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا خوف ہوا کہ ابھی تک تو یہ پاکباز عاشق ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ انکی پاکبازی مبدل بدکاری ہو جائے۔ بس اسی خیال سے نکاح میں میں نے عجلت کی مجھے یہ بڑی حیرت ہے کہ پہلے پہل دونوں جس روز ملے اس روز دونوں کو صدمہ زیادہ اسبات کا تھا۔ کہ نامحرم ہو کے کیوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ عصمت اور پاکبازی کا خیال دونوں جانب اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ مجھے ناجائز طور پر انکا ملنا ہرگز نہ گوارا تھا

اصغر کو آتے دیکھ کر عباس ادھر دیکھنے لگا۔ اصغر نے آتے ہی نہایت ادب سے

مولوی محمد سعید کو سلام کیا۔ اور موؤدبانہ سر جھکا کے بیٹھ گیا۔ مولوی محمد سعید اصغر کیطرف دیکھنے میں اسقدر محو ہو رہے تھے۔ کہ انہوں نے سلام کے جواب دینے میں بھی نہائیت بے پروائی سے کام لیا۔ عباس نے بڑھ کے اصغر کے کان میں کچھ کہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اصغر نے حیرت کے ساتھ مولوی صاحب کیطرف دیکھا اور بے تکلف بڑھ کے قدموں پر گر پڑا۔ مولوی محمد سعید بولے۔ ہائیں ہائیں یہ کیا غضب کرتے ہو۔ اٹھو آخر خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کے بٹھلایا۔ تو اصغر انکے سامنے ہاتھ جوڑ کے بیٹھ گیا اسکی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ ہاتھ جوڑے تھا۔ اور نہائیت ادب سے خاموش بیٹھا تھا۔

مولوی محمد سعید۔ آخر ہاتھ کیوں جوڑے ہوئے ہو۔

عباس۔ انکی خطا معاف کر دیجئے گا۔ تو یہ ہاتھ کھولیں گے۔ واقعی ان سے بہت بڑا قصور ہوا ہے۔

مولوی محمد سعید۔ تم سے کیا قصور ہوا۔ کچھ نہیں۔

اصغر۔ مجھ سے اتنا بڑا قصور ہوا۔ جسکو میں اپنی زبان پر نہیں لا سکتا۔ اب اسوقت میں حاضر ہوں۔ آپ جسقدر چاہیں۔ مجھے سزا دے لیں۔ میں گنہگار ہوں یا بخشا جاؤں یا مجھے سزا دیجائے دیکھیں قدموں پر گر کر، اسیوقت میری قسمت کا فیصلہ کیجئے۔ بلکہ میں تو اسی میں خوش ہوں۔ کہ آپ مجھے پوری سزا دیں۔

مولوی محمد سعید۔ (اٹھا کر) تمہاری کیا خطا ہے۔ خطا یا تو میری قسمت کی ہے یا اسکی ہے۔ جس کی ہے۔

اصغر۔ جی اسکی کچھ خطا نہیں۔ جسکو آپ فرماتے ہیں۔ سراسر میں ہی قصوروار ہوں۔ آپ مجھے سزا دیجئے۔

مولوی سعید۔ اچھا تو آپ بیٹھو۔ میں کچھ کہتا تھوڑا ہی ہوں۔

اصغر۔ جی نہیں۔ میں اس وقت تک نہ مانوں گا۔ جب تک آپ میری خطا معاف نہ کر دیں۔ خدا کیلئے معاف فرمائیے۔

مولوی محمد سعید

مولوی محمد سعید اسوقت اسقدر پریشان تھے کہ ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگے انہیں کچھ نہ بن پڑتا تھا۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ کیا کریں نہ معاف کرتے بنتا

تھا اور نہ معاف کرتے۔ سو سو طرح سے کوشش کرتے تھے کہ ٹال جائیں مگر اصغر اور ان کے ساتھ عباس دونوں انہیں کسی اور پہلو پر جانے ہی نہ دیتے تھے۔ اپنی اپنی کوششوں میں تھک کر وہ اصغر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہنے لگے اس ضد سے کیا فائدہ۔ تم ہی سمجھو۔ یہ مجھ اکیلے کرنے کی بات ہے۔ اس بارہ میں کیا کر سکتا ہوں۔

اصغر۔ تو آپ اپنی طرف سے معاف کر دیں۔ یا جی چاہے سزا دیں۔ باقی اور لوگوں کی رائے اگر خلاف ہوگی تو دیکھا جائیگا۔ پہلے آپ تو معاف فرمادیں۔

مولوی محمد سعید۔ پھر وہی میں تو بغیر سوچے سمجھے اور بغیر لوگوں سے مشورہ کئے کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔

اصغر۔ اچھا اسوقت آپ کے دل میں جو کچھ ہو اسی کی بنا پر میری قسمت کا فیصلہ کر دیجئے گا۔ لوگوں کو کچھ اور ہوگا تو دیکھا جائیگا۔

مولوی محمد سعید دل میں سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ وہ عجب گو مگوں کے معاملہ میں پڑے ہوئے تھے۔ ایک دل کہتا تھا۔ معاف ہی کر دو۔ ابھی حسنا ہی کو خود منظور ہے۔ تو مجھے کیا دخل۔ اب اور کسی کے ساتھ شادی کرنے سے بھی پھر اسمیں دو ہزار خرابیاں پیدا ہونگی۔ نہیں اب اس امر کو منظور ہی کر لینا چاہیئے جو ہوا سو ہوا۔ اصغر کی صورت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ لائق اور ہونہار، شریف بھی معلوم ہوتا ہے صرف اسی قدر نہ کہ بغیر کفوؤں میں شادی ہوئی۔ پھر یہ ان سب خرابیوں سے تو اچھا ہوگا۔ جو بعد کو پیدا ہونگی۔ اگر خلاف کیا گیا۔ تو اصغر الگ ہزار طرح فساد کریگا اور حسنا جو نکرے تھوڑا ہے۔ جاہل عورتوں کے دل میں کوئی بات جم جاتی ہے۔ تو اس کے لئے کیا کیا کچھ کر گذرتی ہیں۔ اور یہ تو پڑھی لکھی ہیں۔ اسکی چار آنکھیں ہیں۔ دوسری طرف دل میں آتا ہے۔ نہیں ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیئے خاندان کے لئے بے عزتی ہے۔ آئندہ کی کوئی بات اٹھا نہ رکھے گی۔ تمام عزیز و اقربا ہر طرف سے لعنت ملامت کریں گے۔ شہر بھر میں بدنامی ہوگی۔ ابھی مجھے ایک اور لڑکی کی شادی کرنا ہے۔ حسنا کے بارے میں ایسی بدنامی ہو گئی۔ تو اس کی نسبت کہیں ٹھہرانے میں کیا کیا دقتیں پیش آئینگی۔ میں کیونکہ

منظور کر سکتا ہوں۔ ہاں جتنے کے نام خاندان کی بہت بڑی دولت بنک میں جمع ہے۔ وہ سب ہمارے ہاتھ سے نکل کے ایک غیر کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ مگر اب کیا کر سکتا ہوں۔ معاف نہ کروں گا تو کیا کرونگا نکاح ہو چکا یہ خبر دو چار کے کانوں تک پہنچ گئی۔ انہیں اب سوائے منظور کر لینے کے کسی میں نہیں ہے۔ اپنے دل میں یہ منصوبہ کر کے مولوی محمد سعید بولے۔ اب معاف نہ کرونگا۔ تو کیا کرونگا۔ جو کچھ ہونا تھا۔ ہو چکا۔ تمہارا جو جی چاہا تم نے کر لیا۔ شرعی طور پر تمہارا عقد بھی ہو گیا۔ اب یہ بات میرے اختیار کی ہے۔ اب تو تم پورے پورے مختار ہو۔

اصغر۔ میں آپ کا قصوروار ہوں۔ مجھے اس جرم کی پاداش میں جو چاہے سزا دیجئے

مولوی محمد سعید۔ ہاں میں اپنی طرف سے معاف کرتا ہوں۔ مگر میرے نزدیک اگر یہ جرم ہے تو میرا ہی جرم نہیں۔ بلکہ خاندان بھر کا جرم ہے صرف میرے معاف کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ لیکن آپکے اصرار سے مجبور ہوں خدا ہی کو یہ منظور تھا۔ میرا کیا اختیار جو تقدیر میں ہوتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔

مولوی محمد سعید کی زبان سے جیسے ہی معافی کا لفظ سنا۔ اصغر نے کھڑے ہو کے جھک کے سلام کیا اور فاصلہ پر ادب سے جا بیٹھ گیا۔

عباس۔ آپ نے منظور فرما لیا ہے۔ تو ہنسی خوشی صاحبزادی کو دو ایک روز کے لئے رخصت بھی کر دیجئے۔ اور میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ان پر کسی قسم کی ناراضی نہ ظاہر فرمائیں۔ اگرچہ آپ سے چھپکے وہ دو تین دفعہ یہاں آئیں۔ مگر ان کی حرمت و آبرو میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ سوا اصغر کے جسکے ساتھ عقد ہو چکا ہے قسم لیجئے۔ میں نے یا کسی اور نے انکی جھلک بھی دیکھ پائی ہو۔ ہم نے ان کی ویسی ہی نگہداشت کی جیسی آپ یا اور کوئی شریف آدمی کریگا۔

مولوی محمد سعید۔ میں اس سے کیا کہہ سکتا ہوں اور کس منہ سے کہونگا۔ ہاں آپ نے جس شرافت کیساتھ برتاؤ کیا اسکو سن کے میں البتہ بہت خوش ہوا۔

اصغر۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جسطرح آپ نے میرا قصور معاف کیا اسیطرح انکا قصور بھی معاف کر دیجئے۔

مولوی محمد سعید خاموش ہو گئے۔ اور آخر بولے۔ معاف نہ کروں گا تو کیا کرونگا جب ایک امر ہو چکا۔ بدنامی یا نیک نامی جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اسوقت اگر میں کچھ کہونگا بھی تو کیا حاصل ہوگا۔ اب آپ جانے دیجئے اور اسکا ذکر زیادہ نہ چھیڑیئے مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ اس لڑکی نے ایسا کام کیا ہے۔ اگر مجھ میں ذرا بھی غیرت ہے تو چاہیئے کہ عمر بھر اسکی صورت نہ دیکھوں۔ افسوس آپ لوگ ہزار لائق ہوں۔ لاکھ شریف ہوں مگر مجھے حسنا کے ہاتھوں بے آبروئی ہی نصیب ہونا تھی۔ یہی معاملہ جو ہوا۔ اگر شائستگی اور میری منظوری سے ہوتا۔ تو بہت خوب ہوتا۔ مگر قسمت کو آپ کیا کیجئے گا وہ کیا کریگی اور میں کیا کرونگا۔

اصغر۔ میں ذرا آپکو تکلیف دینی چاہتا ہوں۔ اسوقت عباس گھڑی بھر کے لئے عذر خواہی کر کے چلا گیا وہ اس غرض سے گیا تھا کہ حسنا کے پاس سے قمر کو ہٹا دے

مولوی محمد سعید۔ فرمایئے۔

اصغر۔ (اٹھ کر) تو ذرا تکلیف فرمایئے۔

مولوی محمد سعید۔ کیا کہیں جانا ہے۔ چلیئے۔ یہ کہہ کے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے مگر کھڑے ہوتے وقت حیرت سے اصغر کیطرف دیکھتے جاتے تھے۔ اصغر انہیں مکان میں لے گیا جہاں پہ کیپال اور حور وش حسنا بیٹھی ہوئی گھبرا رہی تھی۔ اور دل میں سوچ رہی تھی۔ کہ ابا جان سے کیونکر ہوں گی ہائے مجھ سے کیونکر چار آنکھیں ہونگی اصغر نے کمرے کے دروازہ تک پہنچ کے مولوی محمد سعید صاحب سے کہا۔ اندر تشریف لیچلیئے۔ مولوی صاحب قمر کو دیکھ چکے تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ آج حسنا یہاں آئی تھی۔ مگر اسکے ساتھ انہیں یہ بھی یقین تھا۔ کہ حسنا اب گھر جا چکی ہوگی وہ کیا جانتے تھے۔ کہ یہیں انہیں حسنا کا بھی سامنا کرنا پڑیگا۔ کمرہ کے اندر داخل ہوتے ہی انہیں حسنا کی صورت نظر آئی۔ اصغر تو باہر ہی سے چلدیا۔ اور وہ گھبرا کے رہ گئے حسنا سے کچھ اور نہ بن پڑا۔ لپک کے قدموں پر گر پڑی۔ مولوی محمد سعید دیر تک بھوت سے کھڑے رہے۔ جب ذرا حواس ٹھکانے ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ لے اب سر اٹھاؤ اس سے کیا فائدہ۔ حسنا نے جو پاؤں پہ سر رکھا۔ اٹھانا بھول گئی اول تو وہ قصداً سر نہیں اٹھاتی تھی۔ دوسرے شرم اسے چار آنکھیں کرنے سے

منظور کر سکتا ہوں۔ ہاں جنا کے نام خاندان کی بہت بڑی دولت بنک میں جمع ہے۔ وہ سب ہمارے ہاتھ سے نکل کے ایک غیر کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ مگر اب کیا کر سکتا ہوں۔ معاف نہ کروں گا تو کیا کرونگا نکاح ہو چکا یہ خبر دو چار کے کانوں تک پہنچ گئی۔ انہیں اب سوائے منظور کر لینے کے کسی میں نہیں ہے۔ اپنے دل میں یہ منصوبہ کر کے مولوی محمد سعید بولے۔ اب معاف نہ کرونگا۔ تو کیا کرونگا۔ جو کچھ ہونا تھا۔ ہو چکا۔ تمہارا جو جی چاہا تم نے کر لیا۔ شرعی طور پہ تمہارا عقد بھی ہوگیا۔ اب یہ بات میرے اختیار کی ہے۔ اب تو تم پورے مختار ہو۔

اصغر۔ میں آپ کا قصوروار ہوں۔ مجھے اس جرم کی پاداش میں جو چاہے سزا دیجئے۔

مولوی محمد سعید۔ ہاں میں اپنی طرف سے معاف کرتا ہوں۔ مگر میرے نزدیک اگر یہ جرم ہے تو میرا ہی جرم نہیں۔ بلکہ خاندان بھر کا جرم ہے صرف میرے معاف کر دینے سے کیا ہوتا ہے۔ لیکن آپکے اصرار سے مجبور ہوں خدا ہی کو یہ منظور تھا۔ میرا کیا اختیار جو تقدیر میں ہوتا ہے۔ وہی ہوتا ہے۔

مولوی محمد سعید کی زبان سے جیسے ہی معافی کا لفظ سنا۔ اصغر نے کھڑے ہو کے جھک کے سلام کیا اور فاصلہ پر ادب سے جا بیٹھ گیا۔

عباس۔ آپ نے منظور فرمالیا ہے۔ تو ہنسی خوشی صاحبزادی کو دو ایک روز کے لئے رخصت بھی کر دیجئے۔ اور میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ان پہ کسی قسم کی ناراضی نہ ظاہر فرمائیں۔ اگرچہ آپ سے چھپکے وہ دو تین دفعہ یہاں آئیں۔ مگر ان کی حرمت و آبرو میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ سوا اصغر کے جسکے ساتھ عقد ہو چکا ہے قسم لیجئے۔ میں نے یا کسی اور نے انکی جھلک بھی دیکھ پائی ہو۔ ہم نے ان کی ایسی ہی نگہداشت کی جیسی آپ یا اور کوئی شریف آدمی کریگا۔

مولوی محمد سعید۔ میں اس سے کیا کہہ سکتا ہوں اور کس منہ سے کہونگا۔ ہاں آپ نے جس شرافت کیساتھ برتاؤ کیا اسکو سن کے میں البتہ بہت خوش ہوا۔

اصغر۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جسطرح آپ نے میرا قصور معاف کیا اسیطرح انکا قصور بھی معاف کر دیجئے۔

مولوی محمد سعید خاموش ہوگئے۔ اور آخر بولے۔ معاف نہ کروں گا تو کیا کرونگا جب ایک امر ہو چکا۔ بدنامی یا نیک نامی جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اسوقت اگر میں کچھ کہونگا بھی تو کیا حاصل ہوگا۔ اب آپ جانے دیجئے اور اسکا ذکر زیادہ نہ چھیڑیئے مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ اس لڑکی نے ایسا کام کیا ہے۔ اگر مجھ میں ذرا بھی غیرت ہے تو چاہیئے کہ عمر بھر اسکی صورت نہ دیکھوں۔ افسوس آپ لوگ ہزار لائق ہوں۔ لاکھ شریف ہوں مگر مجھے حسنا کے ہاتھوں بے آبروئی ہی نصیب ہونا تھی۔ یہی معاملہ جو ہوا۔ اگر شائستگی اور میری منظوری سے ہوتا۔ تو بہت خوب ہوتا۔ مگر قسمت کو آپ کیا کیجئے گا وہ کیا کریگی اور میں کیا کرونگا۔

اصغر۔ میں ذرا آپکو تکلیف دینی چاہتا ہوں۔ اسوقت عباس گھڑی بھر کے لئے عذر خواہی کرکے چلا گیا وہ اس غرض سے گیا تھا کہ حسنا کے پاس سے قمر کو ہٹا دے

مولوی محمد سعید۔ فرمایئے۔

اصغر۔ (اٹھ کر) تو ذرا تکلیف فرمایئے۔

مولوی محمد سعید۔ کیا کہیں جانا ہے۔ چلیئے۔ یہ کہہ کے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے مگر کھڑے ہوتے وقت حیرت سے اصغر کیطرف دیکھتے جاتے تھے۔ اصغر انہیں مکان میں لے گیا جسمیں پریشاں اور خموش حسنا بیٹھی ہوئی گھبرا رہی تھی۔ اور دل میں سوچ رہی تھی۔ کہ ابا جان سے کیونکر ملوں گی ہائے مجھ سے کیونکر چار آنکھیں ہونگی اصغر نے کمرے کے دروازہ تک پہنچ کے مولوی محمد سعید صاحب سے کہا۔ اندر تشریف لیجئے۔ مولوی صاحب قمر کو دیکھ چکے تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ آج حسنا یہاں آئی تھی۔ مگر اسکے ساتھ انہیں یہ بھی یقین تھا۔ کہ حسنا اب گھر جا چکی ہوگی وہ کیا جانتے تھے۔ کہ یہیں انہیں حسنا کا بھی سامنا کرنا پڑیگا۔ کمرہ کے اندر داخل ہوتے ہی انہیں حسنا کی صورت نظر آئی۔ اصغر تو باہر ہی سے چلدیا۔ اور وہ گھبرا کر رہ گئے حسنا سے کچھ اور نہ بن پڑا۔ لپک کے قدموں پر گر پڑی۔ مولوی محمد سعید دیر تک بھوت سے کھڑے رہے۔ جب ذرا حواس ٹھکانے ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ لے اب سر اٹھاؤ اس سے کیا فائدہ۔ حسنا نے جو پاؤں پر سر رکھا۔ اٹھانا بھول گئی اول تو وہ قصداً سر نہیں اٹھاتی تھی۔ دوسرے شرم اسے چار آنکھیں کرنے سے

روک رہی تھی۔ وہ دل میں کہتی تھی۔ جب تک ٹلے ٹالنا چاہیئے۔ آخر مولوی محمد سعید صاحب نے اسے اٹھایا۔ اٹھاتے وقت انکا ہاتھ حسنا کے نازک چہرہ پہ پڑا تو آنسوؤں کی تری معلوم ہوئی۔ مگر یہ ایسا معاملہ تھا کہ حسنا کیطرح مولوی محمد سعید کو بھی حسنا سے کچھ کہنے سننے کی جرات نہ پڑتی تھی نگاہیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ سر کے کچھ بال جو قدموں پہ گرنے سے آگے آ گئے تھے وہ ادھر ادھر رخساروں پہ آ گئے تھے۔ لیمپ کی تیز روشنی میں گورے گورے مگر شرمندگی کے رنگ میں رنگے ہوئے گال چمک رہے تھے جنپر جا بجا آنسوؤں کے قطرے افشاں کا کام دے رہے تھے۔ حسنا اس سادگی کی دلربا ادا سے ہاتھ جوڑے دوزانو بیٹھی تھی مولوی محمد سعید سے مارے شرم کے حسنا کی طرف دیکھا نہ جاتا تھا۔ بیٹھنے کو تو اب وہ بھی بیٹھ گئے۔ مگر نظر کو بار بار مجبور کر کے حسنا کیطرف لاتے تھے۔ اسکی پیاری صورت پہ رہ رہ کے انہیں ترس آ جاتا تھا۔ لیکن نگاہ وحشت کے ساتھ ہر مرتبہ کسی اور طرف چلی جاتی تھی۔ آخر مولوی صاحب نے جی کڑا کر کے کہا۔ حسنا ان باتوں سے کیا فائدہ۔ تم نے یہ کیا کیا۔ اچھا کیا۔ یہ خیال آتے ہی میرے دل پہ برچھیاں پڑنے لگتی ہیں۔ کہ افسوس تم کو یہاں کس جگہ دیکھ رہا ہوں تمہیں کہاں ہونا چاہیئے تھا اور تم کہاں ملیں۔

حسنا۔ (رونے کے لہجے میں) ابا جان آپ جو فرمائیں بجا ہے میں بڑی قصوروار ہوں۔ میں بھی جانتی ہوں۔ کہ میرے ہاتھ سے جو آپ کی بے آبروئی ہوئی ہے۔ اسکی سزا سوائے اسکے کہ میں قتل کر ڈالی جاؤں اور کچھ نہیں ہے۔ ہائے میں کیسی ہوئی۔ یہ کہہ کے حسنا زار و قطار رونے لگی۔

مولوی محمد سعید نے کچھ نہیں کہا۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حسنا۔ ابا جان میں یہ نہیں کہتی ہوں۔ میرا قصور آپ معاف کیجئے نہیں آپ مجھے سزا دیجیئے۔ ابا جان کیا کہوں۔ کہ مجھے کیا ہو گیا۔ ابا جان میں اپنے اختیار میں نہیں رہی میں مجنوں ہو گئی۔ مجھ پہ جادو چل گیا۔ میں اندھی ہو گئی۔ اور مجھے کچھ نہ سجھائی دیا کہ کیا کر رہی ہوں۔ ہائے میں تو ایسی نہ تھی۔ اور ابا جان اب تک اندھی ہوں۔ خدا کو جو منظور تھا ہوا۔ ابا جان اب جسطرح مجھے سزا دیں۔ مجھے مار ڈالئے میں راضی ہوں

کسی طرح خاندان کے سر سے یہ الزام تو جائے۔ ہائے اگر گناہ نہ ہوتا تو میں خود اپنے آپ کو مار ڈالتی۔ اباجان اگرچہ میں اندھی ہوگئی۔ اور مجھ پر کسی کا جادو چل گیا مگر میں خدا کو حاضر ناظر جان کے کہتی ہوں۔ کہ میں خدا سے ہر وقت ڈرتی رہی میں نے خدا کا کوئی گناہ نہیں کیا۔

مولوی محمد سعید۔ حسنؔا تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بس میں گنہگار تھا۔ میرے گناہ کی سزا تم نے مجھے دیدی۔

حسنؔا۔ اباجان آپ ایسا نہ فرماویں۔ میں انتہا سے زیادہ نالائق اور بہت بڑی مجرم ہوں جسکی سزاوار ہوں۔ آپ مجھے سزا دیجئے۔ ایسا نہ کیجئے۔ کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے دنیا میں مجھ سے بدنصیب کوئی نہ ہوگی۔ قسمت ہر دفعہ پر میری دشمنی کرتی ہے ہائے اب تو اسکی دشمنی مجھے تباہ ہی کئے ڈالتی ہے۔

مولوی محمد سعید۔ حسنؔا کسی کی شکایت نہ کرو تم نے جو کچھ کیا مجھے اسکی شکایت نہیں۔ صرف تمہیں اسقدر چاہیئے تھا۔ کہ جو بات منظور ہوتی اسکو کرنے سے پہلے میرے کان تک پہنچا دیتیں۔ میں تمہارا دشمن نہ تھا۔ تمہاری بھلائی کا خواہاں تھا۔

حسنؔا۔ اباجان میں نے اپنے ساتھ دشمنی کی۔ آپ تو دوست تھے۔ اپنے ساتھ دوستی کرنے وقت آپسے البتہ پوچھتی۔ مگر مجھے اباجان اپنے ساتھ کرنا تھی۔ اپنا اور اپنے خاندان کا نام ڈبوتا تھا۔ آپ کیونکر اجازت دیتے۔ اباجان اسکو میری خطا کی نسبت جو کچھ کرنا ہو جلدی کیجئے۔

مولوی محمد سعید۔ جب تو خدا کی گنہگار نہیں۔ تو میری بھی گنہگار نہیں اور اگر تجھے اصرار ہے تو میں نے معاف کیا۔

حسنؔا۔ (خوش ہوکر) اباجان میں گنہگار تھی۔ آپنے معاف کر کے مجھے اطمینان دلا دیا۔ حالانکہ میرا قصور معاف کرنے کے قابل نہ تھا۔ مگر آپنے شفقت کی راہ سے اسے بخش دیا۔

اسکے بعد حسنؔا مولوی محمد سعید کے سامنے دیر تک معذرت کرتی رہی تھوڑی دیر کے بعد اصغر آیا اور مولوی محمد سعید کو کھینچ باہر لے گیا۔ وہاں اصغر نے انتہا سے زیادہ تعظیم و تکریم کی اور دست بستہ عرض کیا آپ مجھے [illegible] ہوگیا۔

سے التجا کرتا ہوں کہ صاحبزادی کو لیجا کے دو چار روز کے لئے رخصت کر دیجئے اس پوشیدہ معاملہ نے دونوں کو بہت ستایا۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ گھر بھر میں سب سے خطا معاف کرادیں گے۔

اصغر۔ اس بات کی تو مجھے تمنا ہے۔ کہ آپ وہاں لیجاکے کسی قسم کی تکلیف نہ دیں گے۔

مولوی محمد سعید۔ تکلیف نہ دی جاتی اور نہ دی جائے گی۔ ہاں اب میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں۔ کہ سب لوگوں کو راضی کرونگا۔ اور کل ہی پرسوں رخصت بھی کر دونگا۔

عباس۔ اب آپ تشریف لے جائیں۔ میں انکو بھی سوار کرا آؤں۔

مولوی محمد سعید۔ بہت بہتر اب دیر بھی ہو گئی ہے میں جاتا ہوں۔

یہ کہہ کے مولوی محمد سعید چلے گئے۔ اور ان کے جاتے ہی اصغر نے اپنی پری جمال معشوقہ کو خوشی اور مسرت کے ساتھ سوار کرا دیا۔ قمرن ساتھ ہولی اور کہار ڈولی لے کر چلے۔

تیرہواں باب

دیکھو اگر کوئی اسے چھیڑیگا تو مجھ سے برا نہ ہوگا

مولوی محمد سعید اپنے گھر پہنچے۔ تو سیدھے اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ حسنا کے اپنی پھوپھی کے ہاں نہ پہنچنے کی خبر یہاں بھی سبکو معلوم ہو گئی تھی۔ انکی بیوی اور سادہ دل کریمن دونوں گھر میں دوڑی دوڑی پھرتی تھیں۔ حسنا کی پھوپھی کے ہاں سے بار بار آدمی آتا تھا۔ کہ کچھ معلوم ہوا حسنا کہاں ہے دونوں گھروں میں اتنی سی دیر میں ایک تہلکہ پڑ گیا تھا۔ مولوی صاحب کے آتے ہی ان کی بیوی اس اضطراب اور پریشانی سے دوڑی ہوئی آئیں۔ کہ چہرہ ہوائیں چھوٹ رہی تھیں ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا۔ دل کی دھڑکن اور اعضا کی حرکت سے محسوس ہوتی تھیں۔ مگر مولوی صاحب کچھ ایسے پریشان اور غضب آلود آئے تھے۔ کہ کسیکو کچھ کہنے یا پوچھنے کی جرأت ہی نہیں پڑتی تھی۔ ان کی بیوی پاس آکے بیٹھ گئیں۔ اور دیر تک منتظر رہیں۔ کہ جب ان کے حواس ٹھکانے

تو پوچھیں - مولوی صاحب کو بیٹھے بیٹھے کوئی پندرہ منٹ گذر گئے - تب ان کی بیوی متوجہ ہوئیں - اور پوچھنے لگیں - کچھ میری حسنا کا بھی حال معلوم ہوا -

مولویصاحب نے کچھ جواب نہ دیا - بلکہ جواب کی جگہ انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے -

بیوی - ہے ہے تم روتے کیوں ہو - خدا کیلئے بتاؤ - تو میری حسنا کہاں ہے -

مولوی صاحب - (رو کر) حسنا تمہاری کیسی - اب وہ تمہاری نہیں - اسکی شادی ہوگئی -

بیوی - (سر پکڑ کے) ہائے غضب اری میری حسنا میرے ہاتھ سے چلی گئی - ہائے اب میں کیا کروں -

مولویصاحب - کروگی کیا - آخر تم کہیں اس کی شادی کرتیں - خدا نے اسکا یونہی سرانجام کر دیا -

بیوی - ہائے وہ مجھ سے جدا تو ہوگئی - میں تو اسے کسی بات کی تکلیف بھی نہیں دی - ہائے میں نے اسی کے لئے پالا تھا -

مولوی صاحب - خیر اب زیادہ پریشان ہونے کا موقع نہیں ہے - جو کچھ ہونا تھا - ہوا - خدا کے کارخانے میں کسیکو کیا دخل -

بیوی - اے کچھ صاف صاف بیان کرو آخر ہوا کیا - کچھ میری سمجھ میں تو آئے -

مولوی صاحب - اسوقت عجیب اتفاق ہوا - میں یہاں سے بہن کے ہاں گیا تھا وہاں پہنچ کے معلوم ہوا کہ حسنا وہاں نہیں پہنچی -

بیوی - تمہیں نے وہاں کہا ہوگا - یہی سبب ہے کہ وہاں سے آدمی پہ آدمی آرہا ہے - جب سے تم گئے اسوقت سے اتنک کم سے کم بیس بار آدمی آیا -

مولوی صاحب - (جھنجلا کر) تم سنتی ونتی خاک نہیں - ناحق کو بیچ میں بات کاٹ کے خدا جانے کیا بکنے لگتی ہو -

بیوی - اچھا جانے دو - تم کہو پھر کیا ہوا -

مولویصاحب - یہ سنتے ہی کہ حسنا وہاں تک نہیں پہنچی - میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی - قاضی صاحب کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ جس شخص کو دیا تھا حسنا

حسنے کو وہ بلائے گئے تھے۔ اس کا نام اصغر تھا۔ مجھے خیال گذرا کہ وہی اصغر نہیں ہے۔ جو ابھی تھوڑے دن ہوئے بہن کے مکان میں رہتا تھا۔ انکے وہاں کے آدمی سے پتہ پوچھ کے میں وہاں چلا گیا۔ لکھنؤ کے تین نوعمر لڑکے وہاں رہتے ہیں۔ ایک کا نام عباس دوسرے کا اصغر اور تیسرے کا صفدر ہے۔ جسوقت میں پہنچا عباس اور صفدر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے خلق سے ملے اور باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ قمرن چلی آتی ہے۔

بیوی۔ ارے یہی قمرن۔ خدا سمجھے موئی سے۔ آئے تو مردار کو دیکھو۔

مولوی محمد سعید۔ پھر وہی بکنے لگیں۔ یہ سنتے ہی بیوی خاموش ہو رہی۔

میں نے پوچھا۔ قمرن تم یہاں کہاں۔ کچھ جواب نہ دیا اور سر جھکا کے چلی گئی۔ میں نہایت حیران ہو رہا تھا۔ کہ اب کیا بند و بست کروں۔ اتنے میں صفدر اٹھ گیا اور عباس میری طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا۔ آپ سے کچھ کہنا ہے۔ میں نے کہا کہو۔ پہلے تو وہ دیر تک اپنی نیک چلنی اور شرافت کا حال بیان کرتا رہا پھر کہنے لگا یہاں علیگڈھ میں کسی لڑکی سے اور اصغر سے تعلق ہوگیا اور نکاح بھی ہوگیا۔ دونوں بیتابی کر کے کہنے لگے۔ اب یہاں کے روساء میں ہیں۔ اس امر میں ہماری مدد کیجئے۔ ہم نے کوئی بری بات نہیں کی۔ دونوں پاکباز ہیں۔ اور کسی کی نیت میں کسیطرح کی خرابی نہیں۔ پہلے تو میں نے کہا۔ میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ پھر نام پوچھا تو اس نے حسنا بتایا۔ میں نہایت ہی پریشان ہوا آخر انکو معلوم ہوگیا کہ میں حسنا کا چچا ہوں۔ بس میری خوشامد کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اصغر کو بلا لایا۔ اس نے قدموں پر ٹوپی رکھ دی۔ اور مجھے مجبور کر کے اپنی خطا معاف کرائی۔ پھر اس پر سب سے زیادہ غضب یہ ہوا کہ اصغر نے ایک کمرہ میں لیجا کے حسنا کا میرا سامنا کرا دیا۔ حسنا بھی مجھے دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑی۔ اور اپنا قصور معاف کرانے لگی۔ اس نے ایسی ایسی باتیں کہیں۔ کہ رہ رہ کے میرا دل بھر آتا ہے۔

مولوی محمد سعید نے یہ واقعہ یہیں تک بیان کیا تھا۔ کہ بسے خوش خوش دوڑتی ہوئی آئی۔ اور کہنے لگی۔ اماجان حسنا آگئیں۔

کبرے کی ماں۔ آئیں تو انہیں کے کمرہ میں لیجاؤ۔ میں دو باتیں کروں ابھی آتی ہوں۔
مولوی محمد سعید۔ آخر میں نے اسکی خطا بھی معاف کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں آنے لگا۔ تو عباس نے کہا آپ کے تشریف لیجانے کے بعد حسنا کو بھی سوار کرکے بھیجے دیتے ہیں۔ مگر اتنا میں بھی کہونگا۔ کہ اصغر لائق بھی ہے اور شریف بھی ہے اگرچہ ہماری بدنامی ہوئی۔ مگر حسنا کو لائق شوہر ملا۔ ایسا لڑکا ڈھونڈھنے سے بھی کہیں نہ ملتا۔
بیوی۔ تو کیا شادی ہوگئی۔ اور پھر اب کوئی تدبیر نہیں کہ نکاح چھوڑا لیا جائے۔
مولوی محمد سعید۔ نکاح چھوڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب حسنا خوش ہے تو پھر تمہیں کیا دخل۔
بیوی۔ تو کیا اصغر اب حسنا کو رخصت کرائے جائیگا۔
مولوی محمد سعید۔ آپ سے آپ تمہیں روکنے کا کیا حق ہے۔
بیوی۔ یہ تو بڑی خرابی کی بات ہوئی۔ اول تو جو کچھ بدنامی اور بے آبروئی ہوئی وہ تو ہوتی ہے اور حسنا کے نام سے جو کچھ روپیہ جمع ہے۔ وہ سب اصغر کا ہوگیا اتنی بڑی دولت ایک غیر شخص کے سپرد کر دینا بالکل خلاف ہے۔ تم خوب سوچ سمجھ لو۔ میں جاتی ہوں۔ ذرا حسنی کے پاس ہو آؤں۔
یہ کہہ کے مولوی محمد سعید کی بیوی دو ہی چار قدم گئی ہوں گی کہ مولوی صاحب نے کہا ہاں ایک بات سنتی جاؤ۔
بیوی۔ کہو۔
مولوی محمد سعید۔ حسنا کے سامنے کسی بات کا ذکر نہ آئے۔ اور نہ کوئی اسے چھیڑے یا ستائے۔ اگر کوئی ذرا بھی بولا۔ تو مجھ سے برا نہ ہوگا۔
بیوی۔ آخر یہ کیوں۔
مولوی محمد سعید۔ میں وعدہ کر آیا ہوں۔ اور اب یہی مناسب ہے۔ تمہیں حجت کرنے سے کیا مطلب۔ کہہ دیا ہے کہ حسنا کو پریشان اور عاجز نہ کرنا۔
بیوی۔ نہیں میں کچھ نہ کہونگی۔ یہ کہہ کے مولوی صاحب کی بیوی چلی گئیں۔
حسنا جس وقت گھر میں اتری۔ شرم و حیا نے اسکی آنکھیں جھکا دیں تھیں اسکی نظر زمین میں گڑھی جاتی تھی۔ کبرے اور گھر کی اور عورتیں اسکے لینے کیلئے دروازہ

کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔ سبھوں نے بناوٹ کی خوشی سے اسکا استقبال کیا تھا اور ڈولی سے اترتے ہی سبھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ مگر حسنہ اسقدر شرمائی جاتی تھی کہ کسی سے چار آنکھیں نہ ہوتی تھیں۔ کبرے بڑھ بڑھ کے چاہتی تھی کہ حسنہ اس سے باتیں کرے۔ مگر حسنہ کا یہ عالم تھا اور حقیقت میں سچ تھا کہ گویا دلہن بن کے آئی تھی نگاہیں نیچے تھیں سارا بدن پسینے پسینے تھا۔ جبین ناز کو شرم و ندامت نے عرق آلودہ کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی گئی۔ اور اپنے کمرے میں خاموش بیٹھ گئی۔ حسنہ کے ساتھ اسکے کمرہ میں صرف کبرے گئی تھی۔ اور کوئی نہ تھا۔ کبرے کو ہنوز وہ واقعہ نہیں معلوم ہوا تھا۔ مولوی محمد سعید نے آتے ہی اپنی بیوی سے بیان کیا تھا اور اسی سبب سے کچھ دیر تک تو حسنہ کے کمرے میں یہ عالم رہا۔ کہ دونوں سادہ دل بھولی اور پری جمال لڑکیاں خاموش اور اسباب کی منتظر بیٹھی تھیں کہ گفتگو کوئی اور شروع کرے۔ کبرے عجیب طعن و ملامت کی نظر سے حسنہ کو دیکھ رہی تھی۔ اور پیغمبر عشق کی فرمانروائے دلدادہ حسنہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ آخر کبرے ضبط نہ کرسکی۔ اپنے دلی جوش سے بے اختیار ہو کے بولی۔ حسنے۔ مگر حسنہ کی ندامت نے جواب کی اجازت نہ دی۔

کبرے۔ اے حسنہ۔ آخر بولتی کیوں نہیں ہو۔ اسکے جواب میں حسنہ دل پر بہت بڑا جبر کر کے صرف "کیا" کہدیا۔

کبرے۔ یہ آج تم کہاں گئیں تھیں۔ پھوپھی کے ہاں الگ تہلکہ پڑا ہوا ہے آدمی پہ آدمی چلا آتا ہے۔ تم تو وہاں کو کہہ گئی تھیں۔ آخر کہاں گئیں تھیں۔

حسنہ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ پہلے سے اور زیادہ سر جھکائے بیٹھ گئی۔

کبرے۔ بتاؤ سہی۔ تمہیں خدا کی قسم سچ سچ بتاؤ۔

حسنہ۔ کیا بتاؤں۔

کبرے۔ کچھ میں کسی سے کہونگی۔

حسنہ۔ کبرے دیکھو مجھے زیادہ نہ ستاؤ۔ ایک تو میں یونہی اپنی جان سے بیزار ہوں اسپر تم اور حیران کرتی ہو۔

کبرے۔ کیوں حیرانی کی کون بات ہے۔ کہ یہاں کچھ جو نہ پڑا اسکے لئے حیران ہوں۔

حسنا ۔ دیکھو مجھے زیادہ نہ چھیڑو۔ اتنا کہا اور دوپٹہ کی آنچل سے منہ چھپا کے رونے لگی

کبرے ۔ اب رونے کی کون بات تھی۔ بہن میں نہ جانتی تھی۔ کہ تم اتنی سی بات میں برا مان جاؤگی۔ تم تو آج ہنسی ہنسی میں رو ئے دیتی ہو۔ اچھا اب کچھ نہ کہوں گی (ہاتھ جوڑکر) بہن معاف کرو۔

اتنے میں کبرے کی ماں آگئی۔ انکو دیکھتے ہی کبرے الگ ہٹ کے ادب سے بیٹھ گئی۔ اور حسنا تو پیشتر ہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کبرے کی ماں نے کبرے کو شاید چھیڑتے دیکھ لیا تھا۔ کہ آتے ہی اشارے سے کبرے کو منع کیا کہ زیادہ نہ چھیڑو اور بیٹھ کے حسنا کی مزاج پرسی اور دلداری کرنے لگی۔ حسنا اپنی چچی کی باتوں کا پہلے تو کچھ جواب نہیں دیتی تھی۔ مگر جب اس نے نہایت دلدہی اور تشفی کی باتیں کیں تو کسیقدر مانوس ہوکے اس نے سر اٹھایا۔ گویا اب تک وہ چچی سے چار آنکھیں نہ کرتی تھی مگر وہ پہلی سی حیا بھی نہیں باقی رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حسنا کی چچی نے کبری کیطرف اشارہ کیا کہ وہ دو گھڑی کے لئے باہر چلی جائے۔ کبرے کے چلی جانے کے بعد وہ حسنا کیطرف متوجہ ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ بیٹا اگر تمہارے دل میں یہی تھا۔ تو تم نے ہم سے کہا ہوتا۔ برا کچھ ہوتا۔ مگر ہم تو ہنسی خوشی تمہاری شادی کردیتے۔ بیکار کو تم بھی حیران ہوئیں۔ اور گھر بھر کو بھی حیران کیا۔ ہم تو بیٹی تمہاری خوشی ہی چاہتے ہیں۔ یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ جہاں رہو۔ خوش رہو۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا۔ تو کیا ہم انکار کرتے۔ مگر تم نے جلدی کر کے سب کام چھوڑ دیئے ہیں۔ ہم سب کو بدنام کیا۔ اور خود آپ بدنام ہوئیں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں چھیڑتی ہوں۔ یا ملامت کرتی ہوں۔ حسنا میں فقط اتنا کہتی ہوں کہ بیٹا آخر کم سن ہو۔ تم جلدی کر گئیں میری حسنا مجھے اتنا بتا دے۔ کہ تجھے کیا ہوگیا تھا۔ جو تو نے ایسی جرأت کی۔ تیرے حواس نہیں ٹھکانے رہے تھے۔ سڑن ہوگئی تھی۔ مجھے بتا تو سہی کہ تجھے کیا ہوگیا تھا۔

حسنا ۔ ماں جان کیا کہوں۔ کہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔ اب تو جو سب کہتے ہیں [illegible] [illegible] ہوگئی تھی [illegible]
[illegible]

چچی ۔ اے نوروئی کیوں ہے۔ کیا میں نے کچھ کہا۔ میں کچھ نہیں کہتی ہوں۔

حسینا ۔ اماں جان جو چاہیں فرمائیں۔ اور آپ جو فرمائیں بجا ہے۔ مجھے اس میں کوئی عذر نہیں۔ اماں جان میں جھوٹ نہیں کہتی ہوں۔ میں آپ کے کام کی نہیں رہی میں آپ کے پاس رہنے کے قابل نہیں رہی۔ اب میری وجہ سے اماں جان آپ کی بے عزتی ہوگئی۔

چچی ۔ تم یہ کیا کہتی ہو۔ کیا شادی کرنا کوئی عیب کی بات ہے۔ دنیا میں سبھی کرتے ہیں۔ میں بس اتنا پوچھتی ہوں۔ کہ بیٹا تمہیں کیا ہوگیا تھا۔ جو یونہی بے سوچے سمجھے کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اور تم نے شادی کرلی۔ آخر تمہیں کیا ہوگیا۔

حسینا ۔ اماں جان۔ آپ بجا بلکہ بہت بجا فرمائیں۔ اگرچہ میں نے بے شرمی کا کام کیا مگر اتنی بے حیا نہیں ہوں۔ میں شرم کے مارے مری جاتی ہوں۔ چاہے عیب ہو چاہے اچھی بات۔ اب ہوچکا اماں جان۔ بس فقط اتنا سمجھ لو کہ میں اپنے اختیار میں نہیں رہی تھی۔ میرا دل میرے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

چچی ۔ اچھا خیر جانے دو۔ اب میں نہ پوچھوں گی۔ مگر اب تم اطمینان سے یہاں رہو میں جو تمہیں کئی دن سے دیکھا کرتی ہوں۔ کہ اکیلی بیٹھی کڑھا کرتی ہو اور جب دیکھتی ہوں تمہیں گھبراتے ہی پاتی ہوں۔ اب تو ایسا نہ کرو۔ اب کوئی خوف بھی نہیں رہا۔ جو تم چاہتی تھیں وہی ہوا۔ تمہارے اباجان نے بھی منظور کرلیا اور میں بھی منظور کرتی ہوں۔

حسینا ۔ اماں جان گھبرانا اور کڑھنا میری قسمت میں ہی لکھا ہے۔

چچی ۔ (پیار کرکے اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر کے) بیٹا اب نہ گھبراؤ۔ کبرے سے خوشی خوشی بیٹھ کے باتیں کرو۔ میں اب جاتی ہوں۔

حسینا ۔ اچھا آپ تشریف لیجائیے۔ اور کبرے کو بھیجدیجئے۔

کبرے باہر دروازہ کے پاس کھڑی ان باتوں کو بڑی حیرت سے سن رہی تھی جو حسینا اور اسکی چچی میں ہو رہی تھیں۔ اگرچہ قاضی صاحب والے معاملہ کی خبر ہوگئی تھی۔ مگر یہ اسکے گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ حسینا نے اس آزادی سے شادی کرلی ہوگی اماجان سے اور اس سے ایسی باتیں ہونگی۔ ماں کے جانے کے وقت وہ ذرا کمرہ سے دور ہٹ گئی تھی۔ مگر انکے جا چکنے کے بعد دوڑی ہوئی آئی اور حسینا سے

کہنے لگی۔ بہن ہمیں تم سے ایسی امید نہ تھی۔ کہ اپنی باتیں مجھ سے اسطرح چھپاؤگی۔

حسنیٰ۔ آخر میں نے کونسی بات چھپالی ...

کبرے۔ ایسی تم تو بھولی ہو۔ کوئی چھپانیکی بات ہی نہ تھی۔ اب مجھے تو نہ ستایا کرو۔ یہ ابھی تم اماں جان سے کیا باتیں کر رہی تھیں۔ اور مجھے تعجب تو یہ ہے کہ اماں جان اتنے بڑے معاملہ میں خفا ہونا تو درکنار۔ الٹی تمہاری خوشامد اور دلدہی کر رہی تھیں۔

حسنیٰ۔ اے وہ میری کیا خوشامد کر رہی تھیں۔ کیوں چوٹ لگاتی ہو۔

کبرے۔ اچھا پھر وہ کیا باتیں کر رہی تھیں۔ میں دروازہ کے پاس کھڑی کھڑی سب سن رہی تھی دیکھیں بانہیں ڈالکر، میری بہن اتنا بتادو یہ کیا معاملہ تھا مجھے یہ سن کے بڑی خوشی ہوئی۔ کہ تمہاری شادی ہوگئی۔ تمہارے دولہا کے دیکھنے کی تمنا تھی۔ خدا نے پوری کی۔ دو ایک روز میں ان کی صورت بھی دیکھنے میں آجائیگی۔ بڑے خوبصورت ہونگے۔ تم نے خود بھی

حسنیٰ۔ دیکھو کبرے زیادہ نہ ستاؤ۔ میں اماں جان سے کہدونگی۔ ہاں یہ بھی کوئی ہنسی میں ہنسی نکالی ہے۔ اچھا پھر ہم نے شادی کرلی تو تم کیوں جلتی ہو۔ تم بھی کرلو۔ ہزار کچھ ہو۔ مگر مجھ سے تمہارے طعنے نہ سہنے جائینگے۔

کبرے۔ اللہ بہن تم خفا ہوئی جاتی ہو۔ خدا کی قسم میں تمہیں چھیڑتی نہیں ہوں۔ دیکھو گلے میں بانہیں ڈالکر، تو پھر بتا کیوں نہیں دیتیں کہ کیا بات ہے۔

حسنیٰ۔ ہاں ہاں میری اپنی شادی [illegible] کرلی اباجان کو بھی معلوم ہوگیا۔ اماں جان کو بھی خبر ہوگئی۔ دونوں نے اجازت بھی دیدی دو چار روز میں وہاں چلی جاؤنگی۔ پھر تمہارے پیٹ میں درد کیوں ہوتا ہے۔

کبرے۔ لو خفا ہوگئیں۔ بہن مجھے تم سے جسقدر محبت ہے اسے تم بھی خوب جانتی ہو۔ تمہاری نسبت کسی کی زبان سے کوئی بات سن لیتی ہوں تو پہروں صدمہ رہتا ہے آج جسوقت سے تم گئی ہو۔ جب سے اسی تک کی بات میں میرا دل بھی لگا ہو۔ تو قسم لے لو۔ مگر تم کو خدا جانے کیا ہے آج بات بات پر بگڑی جاتی ہو۔

حسنیٰ۔ میں بگڑتی نہیں۔ اپنی قسمت پر روتی ہوں۔ کہ ہے ہے میں ایسی ہوگئی کہ لوگ بات بات پر مجھے طعنے دیتے ہیں۔

کیرے ۔ پھر وہی ۔ اسے میں کہتی ہوں ۔ تمہیں ہو کیا گیا ہے ۔ یہ میں طعنے دے رہی ہوں ۔

شیلا ۔ اچھا نہ سہی اب خدا کیلئے یہ ذکر جانے دو ۔ اب میں ذرا سو ؤں گی تم بھی جاؤ ۔

کیرے ۔ اب میرا بیٹھنا بھی ناگوار ہے ۔ تو لو جاتی ہوں ۔ یہ کہتے وقت کیرے کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے ۔ کیرے کو اس حال میں دیکھ کے شیلا سے ضبط نہ ہو سکا کیرے سے لپٹ گئی ۔ اور کہنے لگی ۔ کیرے تم میری باتوں کا برا نہ مانو ۔ میں خدا جانے کیسی ہو گئی ہوں ۔ میں اپنے ہوش و حواس میں تھوڑا ہی ہوں ۔

کیرے ۔ مجھے اور کسی بات کا خیال نہیں ہے ۔ جب یہ خیال آتا ہے ۔ کہ اب تم مجھ سے چھوٹ جاؤ گی ۔ تو بے اختیار دل بھر آتا ہے ۔ اور اس پر تم جو بے رخی کرتی ہو اور صدمہ ہوتا ہے ۔ یہ کہہ کے زار و قطار رونے لگی ۔

شیلا ۔ کیرے خدا ہی نے مجھے تم سے چھڑا دیا ۔ ہائے میں تمہیں چھوڑ دیتی کیا کہوں ۔ کہ کیا ہوا ۔ کیرے آہ میرے اختیار میں نہیں رہا ۔ اختیار کیسا میرے پاس ہی نہیں رہا ۔ ہائے کیرے ۔ ابتک میرے پاس نہیں ہے ۔ کسے بتاؤں ۔ کہ کون چھین لے گیا ۔ کیرے ہم تم ساتھ رہے ۔ ساتھ کھیلے ۔ مگر تم اچھی رہیں ۔ اور میں نے اپنی اور خاندان بھر کی بے عزتی کر دی ہے ۔ تم ابھی تک بھولی نہ سمجھو ۔ اور میں محبت کے دام میں گرفتار ہو گئی ۔ تمہیں کیرے یہ باتیں سن کے تعجب معلوم ہوتا ہوگا ۔ کہ میں کیسی بے حیائی کی بات کر رہی ہوں ۔ مگر تم سمجھ لو کہ کوئی جن میرے سر پر سوار ہے ۔ اور مجھ سے یہ باتیں وہی کہلا رہا ہے ۔ میں تمہیں اس جن کا ٹھیک پتہ بتائے دیتی ہوں ۔ وہ عشق کا جن ہے ۔ اب کہیں تم خوش ہو کہ شیلا تم سے چھوٹ گئی ۔ اب وہ ہوتی تو تمہارے کس کام کی تھی ۔ کیرے مجھے البتہ تمہارے چھوٹ جانے کا غم ہے ۔ تم کیوں غم کرو ۔ مجھ سی بدنام بہن کیلئے تم غم نہ کرو ۔ یہ کہنے کے ساتھ ہی شیلا کے رخساروں پہ آنسو جاری ہو گئے ۔

کیرے ۔ بہن تم جو ایسی باتیں کرتی ہو ۔ میرا جی چاہتا ہے کہ [illegible] ۔ ڈر تمہاری محبت کا خیال کر کے میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے ۔ [illegible] کون تھا جس کی نظر نے ایسا [illegible]

کر گئی۔ تم سے زیادہ لائق ہوشیار اور ذہین لڑکی تو کسی نے دیکھی ہی نہ ہوگی۔ پھر کیا ہوا کہ تم ایسی بے بس ہوگئیں۔

حسینہ۔ کبرے اسکو نہ پوچھو۔ جب تک باتوں کو قصے کہانیوں میں دیکھتی تھی اسوقت تک میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ انسان کا دل کیوں اسقدر بے قابو ہو جاتا ہے مگر ہائے بہن اب سمجھ گئی۔ بے قابو ہونا کیسا۔ بہن کوئی زور نہیں چلتا ہزار سمجھاؤ۔ ظالم ایک نہیں مانتا۔

کبرے۔ پھر تمہارا گناہ۔ جب کوئی اپنے بس میں ہی نہ رہے۔ تو اسکی کون خطا اور یہ تو مجھے یقین ہے کہ تم نے کبھی بے آبروئی کی بات نہ کی ہوگی۔

حسینہ۔ اب اسکا حال تو خدا کو معلوم ہے کہ اس عشق کے نازک امتحان میں میں پاکدامن رہی یا نہ رہی۔ کبرے میرے قدم کو آج تک لغزش نہیں ہوئی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسوقت میرے دل میں کیا کیا باتیں آئی ہونگی۔ شیطان نے میرے بہکانے میں کوئی بات نہ اٹھا رکھی۔ مگر میں اسوقت تک ثابت قدم ہوں اگرچہ نکاح بھی ہو چکا تھا۔ مگر صرف اس وجہ سے کہ اباجان سے چھپائے ہوا تھا۔ مجھے آج تک اس شخص کے زیادہ قریب بیٹھتے بھی شرم آتی تھی جس نے میرے دل پر قبضہ کر لیا تھا۔

کبرے۔ خیر جو کچھ خدا کو منظور تھا۔ ہوا اور اچھا ہوا۔ اب تم آرام کرو۔ میں چلتی ہوں۔ یہ کہہ کے کبرے چلی گئی۔

کبرے کی ماں یہاں سے اٹھ کے مولوی صاحب کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ تمہارے کہنے سے حسینہ کو میں نے ایک بھی نہ کہی وہ کسقدر گھبرا رہی تھی۔ اور کبرے برابر اسے چھیڑ رہی تھی۔ میں نے کبرے کو اشارہ سے منع کیا اور دیر تک اس کی خاطر داری اور دلجوئی کرتی رہی۔ کہ مجھے اس کی سزا دیجئے۔ میں آپ سے ملنے کے قابل نہیں رہی۔ خیر میں۔ اسکی تسلی و تشفی کر کے چلی آئی ہوں۔ میرے بعد کبرے گئی ہے۔ اس کو میں تو منع کر آئی ہوں۔ اب وہ خود اسے چھیڑے تو اور بات ہے۔

مولوی محمد سعید۔ اگر کوئی اسے چھیڑے گا۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں یہ اچھی بات نہیں ہے میں وعدہ کرآیا ہوں۔ کہ کوئی حسنیٰ کو نہ ستائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ میرا ایمان جائے آپ یہ سمجھ لو۔ کہ تمہارا اسپر کوئی اختیار نہیں۔ وہ دوسرے کی ہو چکی۔ اس کے میاں اگر تمہارے پاس نہ آنے دے تو کیا کرو گی۔

کبریٰ کی ماں۔ اس معاملہ میں تم اب کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ کہ ایک غیر شخص تمہاری لڑکی پر اور تمہاری دولت پر قبضہ کرلے۔ اور تم بیٹھے ہو گے۔ ہاتھ پاؤں بھی نہ ہلاؤ گے۔ جہانتک ہو سکے کچھ تدبیر کرو۔ میری حسنیٰ میرے سے جاتی ہے۔ دو چار روز میں اسکا دولہا آئیگا۔ اپنی بیوی کے مال و اسباب کا حساب مانگے گا۔ تو اسوقت کیا کرو گے۔

مولوی محمد سعید۔ جو کوئی ہوتا حساب مانگتا۔ جو روپیہ پڑا ہے۔ اسپر ہمارا کون اختیار ہے۔ مجھے کوئی عذر نہیں۔ حسنیٰ آج اپنے روپیہ کا حساب لے لے جو روپیہ اس کے نام سے بنک میں جمع ہے۔ اس سے تو مجھے کوئی سروکار نہیں بھائی مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم کا وہ کارخانہ اور روپیہ جو میرے انتظام میں ہے اس کا حساب آج دینے کو موجود ہوں۔ مجھے حسنیٰ کے روپیہ میں کسی قسم کا بکھیڑا نہیں کرنا ہے۔

کبریٰ کی ماں۔ اگر یہی روپیہ کسی ہمارے عزیز کے ہاں جاتا۔ تو کیسی اچھی بات ہوتی۔ عزیزوں میں اکثر غریب بھی ہیں۔ لڑکے بہت سے موجود ہیں۔

مولوی محمد سعید۔ تم ہزار چاہو۔ جب خدا کو بھی منظور ہو۔ خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ مال و اسباب کسی اور کے قبضہ میں جائے۔

کبریٰ کی ماں۔ تو تمہارے کئے کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی

مولوی صاحب۔ میرے خیال میں تو اسکا کوئی بند و بست نہیں ہو سکتا۔

کبریٰ کی ماں۔ شہر بھر تمہاری عزت کرتا ہے۔ اچھی عدالت کے ذریعہ سے کوشش کرو۔ تو ضرور کام نکل جائے۔

مولوی صاحب۔ ہاں بار بار میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ عدالت سے چارہ جوئی کرونگا [illegible] کچھ سب انتظام کروں تو تمہاری رائے اچھی ہی ہے کہ عدالت سے

چارہ جوئی کیجائے ۔ حاکم اس بارے میں عذر تو ضرور کریں گے ۔ اور یقین ہے کہ میں کامیاب بھی ہونگا ۔

اکبری کی ماں ۔ ہاں میں جہانتک بن پڑیگا ۔ چاہوں گی کہ میری حسنآ میرے عزیزوں میں ہی بیاہی جائے اور یہ روپیہ جو کچھ خدا نے دیا ہے گھر ہی میں رہے ۔

مولویصاحب ۔ مگر یہ ذلت مجھ سے کیونکر گوارا کیجائیگی ۔ کہ حسنآ کا اظہار عدالت میں لیا جائے ۔ اور یہ بھی یقین جانو کہ اسی کی سی کہیگی ۔ جتنا تم جبر کروگی اتنا ہی وہ تم سے خلاف ہوتی جائیگی ۔ اسکے دل میں عشق کی آگ بھڑک رہی ہے وہ اب نہ میری ہے نہ تمہاری ہے ۔ دنیا بھر میں لوگ کیا کہیں گے ۔ جب سنیں گے میری لڑکی نے عدالت میں جاکر اظہار دیا ۔ اور اظہار بھی دیا ۔ تو کیسا میرا بر خلاف ۔ پھر ساتھ یہ اور خرابی ہے کہ خدا کے نزدیک وہی بات ٹھیک ہے جو میرے خلاف ہے ۔ شرع میں عورت کو اپنی شادی کا اختیار ہے ۔ جب راضی ہے ۔ نکاح کر چکی تو عدالت کے جدا کر دینے سے کچھ شرع کے نزدیک طلاق تھوڑا ہی ہو جائیگا شرع شریف کے نزدیک تو اب حسنآ اس کی بیوی ہے ۔ جیکے ساتھ وہ اپنا نکاح کر چکی ہے نہیں مجھ سے یہ بے عزتی نہ ہوگی ۔ کہ دنیا بھر میں اپنی بڑی بے عزتی ہو اور پھر خدا کا بھی گنہگار ہوں ۔ اب جو کچھ ہونا تھا ہوا ۔ جانے دو ۔ دولت کی محبت میں مجھ سے اتنی بڑی روسیاہی نہ اختیار کیجائیگی ۔

اکبری کی ماں ۔ اب یہ روسیاہی نہیں کہ حسنآ نے اپنا نکاح آپ کر لیا ۔ گھر بھر میں کسی کو خبر نہیں ۔ اور اس نے اپنے لیئے ایک میاں ڈھونڈ لیا ۔

مولویصاحب ۔ بیشک یہ روسیاہی ہے ۔ اور بے آبروئی کی بات ہے ۔ لیکن اگر اس بارہ میں ہم نے کچھ کوشش کی ۔ تو جان لو ۔ کہ مجھے سوا جان دیدینے کے اور کسی بات میں خیر نہیں ۔ مجھ سے وہ روسیاہی نہ برداشت کیجائیگی ۔ بیوی ۔ پھر تمہیں اختیار ہے ۔ جو چاہو ۔ سو کرو ۔

مولویصاحب ۔ ایسا ہی مناسب ہے کہ حسنآ ہی کی خوشی کیجائے ۔ میں کل جا کے بہن کو اس معاملہ کی خبر کر دونگا ۔ اس کے بعد دو تین روز میں سامان کر کے حسنآ کو رخصت کر دو ۔ دونوں کی یہی خوشی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دونوں ایکدوسرے

کیلئے نہایت ہی بیتاب اور بیقرار ہیں۔ میں نے اصغر کی حالت دیکھی اور سنی وہ بالکل دیوانہ ہو رہا ہے۔ اور حسینا کی حالت تو تم کئی روز سے دیکھ رہی ہو۔

بیوی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مگر میں دیکھتی تھی کہ حسینا کا منہ اترا ہوا ہے۔ نہ کسی سے محبت کرتی ہے۔ نہ کسی کام میں دل لگتا ہے اور آج جس وقت گئی ہے۔ اس وقت اسطرح ضد کر رہی تھی۔ جیسے اپنے ہوش نہ تھی میں نے کبھی ... تو اسطرح ضد کرتے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے ہمیشہ حسینا میرا ادب کیا کی۔ اور کسی کو نہ کیا ہوگا۔ مگر آج اس نے ذرا خیال نہ کیا۔ یہ تو وہ سچ کہتی ہے۔ کہ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔

مولوی صاحب۔ خیر اب تو سب باتیں ہو گئیں۔ تم رخصت کرنے کا بندوبست کرو

بیوی۔ یہ تمہارے کرنے کی بات ہے۔ میرے کئے کیا ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب۔ ہاں سب سامان کر لونگا۔

بیوی۔ مگر کل ذرا اصغر کو بلاؤ۔ میں اپنی حسینا کے دولہا کو ذرا دیکھ تو لوں۔

مولوی صاحب۔ بہتر میں کل بلا دونگا۔ اور میں کیا بلاؤں قمر نکو بھیج کے بلا لینا۔

بیوی۔ اور ہاں قمرن کو تو میں نے کچھ کہا ہی نہیں۔ اس مردار سے میں بہت جلی ہوئی ہوں۔

مولوی صاحب۔ اب اس سے بھی کچھ نہ کہنا۔ جب حسینا ہی کو کچھ نہ کہا تو اس پر خفا ہونا بالکل بے فائدہ ہے۔

بیوی۔ اچھا اس سے بھی کچھ نہ کہوں گی۔ تو کل اسی کو بھیج کے حسینا کے دولہا کو بلا لوں۔

مولوی صاحب۔ ہاں بلا بھیجنا۔ اب رات زیادہ آ چکی تھی۔ سب لوگ اپنے بچھونوں پر جا کے سو رہے۔

چودھواں باب

دیکھو اگر یہ خراب ہے تو مجھے جگا دینا

آج وہ پیاری رات ہے۔ جو آرزو مندوں کو بڑی مصیبت سے نصیب ہوا کرتی ہے

عشق کی گرمی کا نمونہ دکھانیوالا آفتاب اپنی ناکامی پر حسرتناک بن کے غائب ہو گیا ہے۔ طیور بھی سہانی آوازوں سے عشرت نصیبوں کو سہانی آواز دے کے آشیانوں میں چھپ کے بیٹھ رہے۔ کیونکہ وصل کی رات ہے اور موذن تڑکے ہی جگا دیگا۔ صحن چمن کے نازک آفرین یعنی رنگ برنگ پھولوں سے شام کی عمدہ فضا میں سوا سرد کی شوخ ادا پہ مسکرا مسکرا کے رات کا برقعہ اوڑھ لیا ہے۔ پیارے ہی ستارے کے جیسے ناز کا رنگ اڑانیوالے ماہتاب نے اپنی محفل آراستہ کی ہے۔ اسکی محفل کے حوروش مہمان آسمان کے تارے نہایت طرب اور مسرت کیساتھ ادھر ادھر سے کش پرپوشوں کی طرح بے قرینہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ بزم عشرت کی شمعیں اپنی روشنی کا دامن پھیلاتی جاتی ہیں۔ کسی حرص گل چین کیطرح دامن باغ حسن کے نوشگفتہ پھولوں سے بھر لیں سر شام کے کھلے ہوئے پھول ہاروں میں مرتب کئے گئے ہیں اور ان گوریوں کو گلوں میں پہنائے گئے ہیں جنہیں چند منٹ بعد کسی خوش قسمت وصلت نصیب کی بانہیں چڑھیں گی۔ وہ نازک رخسارہ جنپر وفور شوق میں بیقرار بوسے لئے جائینگے۔ انپر اس شمع کی گستاخ شعاعیں پڑ رہی ہیں۔ جو صبح کو کسی حسرتمند کی تصویر بن جایا کرتی ہے۔ وہ حوروش جنہیں قدرت نے کندنی رنگ میں رنگ دیا ہے انکو شمعوں کی شعاعیں اپنا سنہرا زیور پہنا رہی ہیں۔ نورانی چہرے کے گھونگٹ کھولے گئے ہیں مشتاق اپنی آرزوؤں کا پروگرام بھول گئے ہیں۔ اور دل کے حوصلے پورے کرنے میں بڑی گھبراہٹ دکھا رہے ہیں۔ کہ کوئی آرزو دل میں نہ رہ جائے۔ معمولی بازاروں کا ہنگامہ موقوف ہو گیا ہے اور اسجگہ کی نازفروشی و ناز آفرینی اور حسن پرستی کا بازار لگا ہوا ہے۔ دامان شرم گستاخ کی شوخیوں سے چاک ہوتے جاتے ہیں۔

اس مبارک وقت میں حوروش جسنے خوشی اور اطمینان کے ساتھ اپنے شیدا اور دلدادہ اصغر کی مہمان ہوئی ہے آج وہ کسی سے چھپکے آئی ہے نہ اسے کسیکا خوف ہے۔ مولوی محمد سعید نے ہنسی خوشی اسے رخصت کیا ہے اور اصغر نے نہایت آزادی۔ اطمینان اور شوق سے اسکا استقبال کیا ہے اپنے دلدادہ کی باتیں اسکے جوش اور اسکی تمناؤں کے ہجوم پر وہ خوشی ہو رہی ہے۔ جو خود اسکی آرزو میں بھی اگرچہ بات اچھی طرح پردہ داری کر رہی ہے مگر شرم کا جادو

اوڑھ اوڑھ کے اس کے نازک اور تمناؤں بھرے چہرے سے ہونے والی سے نکلتی ہیں ۔
اور ساعت بساعت اصغر کی دلبری کر رہی ہے ۔
اصغر ۔ آج کیسی خوشی کی رات ہے ۔ خدا تعالیٰ نے یہ رات دکھائی ۔ ورنہ ہمیں
اپنی قسمت سے بھلا ایسی امید ہو سکتی تھی ۔
حسینا ۔ مجھے ہرگز امید نہ تھی ۔ کہ ہماری مصیبت کس طرح کٹ جائیگی مصیبت
کی داستان مجھے ابتک یاد آتی ہے ۔ اور بار بار ستاتی ہے ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا
ہے ۔ جیسے میں خواب دیکھ رہی ہوں ۔ دیکھو اگر یہ خواب ہے تو میرے ... مجھے جگا دینا
اصغر ۔ پیاری حسینا اب یہ خواب ہمیشہ دیکھا کریں گے کبھی نہ جاگیں گے ۔ میری
پیاری تم اب اگلی مصیبتوں کو نہ یاد کرو ۔ دیکھو تم نہیں مانتی تھیں ۔ مگر اس
روز تمہارے ابا جان سے کہدیا اور تمہارا سامنا کرا دیا کیسا اچھا ہوا ۔
حسینا ۔ اچھا ہونے میں کیا شک ہے ۔ مگر کیا کہوں ۔ کہ میں نے کیونکر انکا سامنا کیا
ہے ۔ اسوقت مجھے آنکھوں سے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا ۔ میں مارے شرم کے
زمین میں گڑی جاتی تھی ۔ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ۔ کہ کوئی چھپنے کی جگہ ملجائے تو کہیں جا چھپوں
اصغر ۔ ہونا ہی چاہیئے ۔ تم سی پاک ۔ شریف اور باعصمت لڑکی ممکن نہیں کہ ایسی جگہ
پہ اپنے کسی بزرگ کا سامنا کر سکے ۔ اسی لئے تو جب میں انکو لیکے آیا میں نے تمہیں
خبر بھی نہ کی ۔ اور انکو بے تکلف کمرہ میں لاکے کھڑا کر دیا ۔ ان سے بھی تمہارے سامنے
نہ آیا جاتا ۔ انہیں بھی میں نے خبر نہیں کی تھی ۔ صرف تمہارے سامنے لاکے انہیں
کھڑا کر دیا تھا ۔ خیر اچھا انہوں نے خوشی اور مسرت سے تمہیں یہاں بھیجدیا ۔
حسینا ۔ تم نے شائد ان سے کہا تھا ۔ گھر میں جاتے ہی انہوں نے سب کو تاکید کردی
تھی کہ کوئی مجھے نہ چھیڑے ۔
اصغر ۔ ہاں ہاں ۔ میں نے کئی دفعہ تاکید کر کے کہدیا تھا ۔ ہاں تو جب تم گھر
میں جاکے اتریں تو کیا ہوا ۔ کسی نے کچھ سنایا سب خاموش رہے ۔
حسینا ۔ اماں جان تو وہاں ابا جان سے باتیں کر رہی تھیں ۔ کیسے اور اور عورتیں
دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھیں ۔ میں سیدھی اپنے کمرہ میں چلی گئی کیسے وہاں
میرے ساتھ لگی تھی ۔ اسکو مجھ سے بڑی محبت ہے اور مجھے بھی گھر بھر

میں جیسی کبرے سے محبت ہے کسی سے نہیں۔ بس کبرے مجھے چھیڑنے اور ستانے لگی۔ میں اسکو بگڑ بگڑ کے جواب دیا۔ اتنے میں اماں جان آگئیں۔ اور آتے ہی کبرے کو اشارے سے منع کیا۔ کہ مجھے زیادہ نہ ستائے۔ پھر انہوں نے کبرے کو ہٹا دیا۔ اور مجھے سمجھانے بجھانے لگیں۔ بڑی دیر تک میری تسلی اور دلدہی کیا کیں۔ پھر کہنے لگیں۔ حسنا یہ تمہیں مناسب نہ تھا۔ کہ بے مجھ سے پوچھے اتنا بڑا کام کرو۔ میں عذر کرنے لگی۔ اور اپنی خطا کا اقرار کیا اسکے بعد میری دلدہی کرکے وہ چلی گئیں۔ اور کبرے آکر پھر ستانے لگی۔ اس نے ایسا ستایا کہ میں نے کئی سخت باتیں کہہ دیں۔ وہ رونے لگیں۔ تو مجھے بھی محبت معلوم ہوئی آخر میں نے سارا حال بیان کر دیا۔

اصغر۔ (تعجب سے) تو تم نے کبرے سے سب حال کہہ دیا تم نے کیونکر کہا ہوگا۔

حسنا۔ ہاں میں نے بیان کر دیا۔ اور کبرے کو کچھ حال پہلے سے بھی معلوم ہو چکا تھا وہ مجھے اکثر تنہائی میں ستایا کرتی تھی۔

اصغر۔ اچھا تو پھر تمہاری اماں جان نے کیونکر منظور کر لیا کہ تمہیں جلدی سے رخصت کر دیں

حسنا۔ اسکا حال مجھے نہیں معلوم ابا جان نے انہیں سمجھا بجھا کے راضی کر لیا ہوگا۔ ابھی روز صبح کو اٹھ کے اماں جان سامان کرنے لگیں۔ (مسکرا کر) اور تمہیں بھی تو انہوں نے بلا بھیجا تھا۔ تم گئے تھے۔ تم سے کیا باتیں ہوئیں۔ تمہارے سامنے بھی آئی تھیں۔

اصغر۔ قمرن نے آکے مجھ سے کہا تمہیں بیوی بلاتی ہیں میں سمجھا کہ تمکو کہتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ تم مجھے کہاں بلاتی ہو۔ میں نے پوچھا کون بیوی! کہنے لگی بڑی بیوی۔ میں نے پوچھا وہ کیوں بلاتی ہیں۔ آخر عباس سے صلاح لیکے میں چلا گیا۔ تمہاری اماں جان مجھے بے تامل اندر بلا لیا۔ میں نے جا کے جھک کے سلام کیا۔ اور مودب بیٹھ گیا دیر تک وہ میری طرف دیکھا کیں۔ اور میں آنکھیں نیچی کیے بیٹھا رہا۔ پھر کچھ ادھر ادھر کا حال پوچھتی رہیں۔ میں نے ہر بات کا مختصر جواب دیدیا۔ کوئی گھنٹہ بھر کے بعد میں سلام کرکے چلا آیا۔ کچھ تم نے بھی سنا۔ کہ میری نسبت ان کی کیا رائے قائم ہوئی۔

حسنا۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں دیکھ کے وہ بہت خوش ہوئیں۔ کیونکہ اسکے بعد

دنیا میں تھے۔
اصغر۔ مگر مولوی محمد سعید صاحب اور تمہاری اماں جان نہایت ہی نیک نفس لوگ ہیں ایسے فرشتہ سیرت آدمی میں نے بہت کم دیکھے ہیں۔ اگر کوئی ہوتا تو اس امر میں بڑی خرابیاں پیدا ہوتیں۔ جب تک یہ شہر کے ہر آدمی کے کان میں نہ پہنچتی اور عدالت میں ہر طرح سے پیش آمد نہ ہوتی۔ اس وقت تک ہرگز تصفیہ نہ ہوتا۔ وہ تو تمہارے خاندان کی شرافت تھی کہ آسانی سے سب معاملہ طے ہو گیا۔

حسینہ۔ خیر اب خدا نے ہر طرح سے اطمینان دے دیا۔ تو خوشی اور لطف کی باتیں کرو ان باتوں کو جانے دو۔ بار بار غم اور مصیبت کو یاد دلایا کرتی ہیں۔

اصغر۔ گذرا ہوا زمانہ انسان کے سامنے طرح طرح کے خیالات پیش کرتا ہے پیاری حسینہ تم تو صرف خیالات کی گردش میں پڑ کر باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں زمانہ کے مختلف رنگ نظر آ رہے ہیں۔ مگر مجھ سے پوچھو کہ [illegible] طالب علمی ہی کے زمانہ میں خیالات اور ارادوں نے مجھے کیا کیا دکھایا۔

حسینہ۔ آپ نے تو دنیا میں کس کس چیز کی سیر کی۔

اصغر۔ سیر و سیاحت نہیں دنیا میں کہیں کی۔ ہاں خیالات نے مجھے کس طرف متوجہ کر دیا اور کبھی کس طرف۔ انگریزی یا اردو میں سفر کا ایک [illegible] اور سے مجھے پاک سر زمین [illegible] جا رہے تھے۔ [illegible] کی سیر کر رہے تھے۔ کبھی اسی جوش میں میں ملک مصر کی ہوا کھانے لگتا تھا۔ پھر انگریزی نے جو سلطنت پڑھائے ممالک یورپ خصوصاً وہ سر زمین جہاں اسلام اپنی یادگار چھوڑ گیا ہے یا وہ ممالک جن کی ترقی آج دنیا کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے ان کی سیر کرنے لگا۔ یہ خواہشیں میرے دل میں بڑے جوش و خروش سے پیدا ہوئی تھیں۔ لیکن یکایک تمہاری تصویر کا تیر دل پر پڑا۔ بس اس تیر کے پڑتے ہی خیالات کی دنیا میں ایک طوفان آ گیا۔ عشق کی آندھی آئی۔ اور ان تمام خیالات کو آنا فانا خس و خاشاک کی طرح اڑا لے گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا۔ تو میرے دل میں کوئی خیال نہ تھا۔ وہ اگلے ولولے تھے نہ وہ اگلا ذوق و شوق تھا۔ پیاری حسینہ سب اس طوفان کے بعد میں نے اپنے دل میں دیکھا۔ تو سب خیالات کی جگہ پیاری حسینہ کی تصویر پائی تھی۔

چاہتا تھا کہ اس تصویر پر فدا ہو جاؤں۔ اسلئے میں ہر وقت اس تصویر کی زیارت کرتا تھا۔ جوش محبت گھڑی گھڑی تھا۔ کہ کسطرح یہ تصویر دل سے نکلکر میرے ہاتھ میں آ جاتی۔ تاکہ میں اسکو پاس لیتا۔ آہ وہ کیسی پیاری تصویر تھی۔ دنیا میں اس سے اچھی صورت کسی کی نظر سے نہ گذری ہوگی۔ خدا نے اسے گویا دلوں کے فتح کرنے کیلئے پیدا کیا۔

حسنا۔ اے صاحب زیادہ تعریفیں نہ کیجئے۔ یہ کہہ کے شرما گئی۔

اصغر۔ تم کیوں شرماتی ہو۔ کیا وہ تمہاری ہی صورت تھی۔ ہاں بیشک تمہاری ہی تصویر تھی۔ تم بالکل وہی ہو۔ افسوس میں تمہاری وہ قدر نہ کرسکا۔ جو تمہاری تصویر کی قدر کرتا تھا۔ مجھے تمہاری بڑی قدر کرنا چاہیئے۔ میں نے تمہیں جان بیچ کے پایا ہے۔ اصغر یہ کہتا جاتا تھا۔ اور حسنا سن سن کے شرماتی جاتی تھی۔ آخر اصغر قدر کرنا چاہیئے۔ کہہ کے قدر دانی کی غرض سے جھکا اور لپٹ کے لب لعلین کا بوسہ لے لیا۔

حسنا۔ دیکھو چلے بیٹھو۔ یہ باتیں مجھے نہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔

اصغر۔ تو کیا میں قدر نہ کروں۔ نہیں یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

حسنا۔ (ٹالنے کے طور پر) تم ابھی کیا باتیں کر رہے تھے۔ اور اب کیا کرنے لگے۔ ہاں پھر اب تو ان ملکوں کی سیر کا ارادہ نہیں۔

اصغر۔ اب تمہارے عشق میں کامیاب ہو چکے بعد پھر وہ خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ جی میں آتا ہے۔ کہ خدا ذرا اچھی اطمینان دے۔ تو ہندوستان کی حدود سے باہر قدم نکالوں۔

حسنا۔ (افسردہ خاطر ہوکر) نہیں کہیں غضب ہی نہ کرنا۔ دیکھو خدا کی قسم میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے غارت نہ کرنا۔ تم نے گھر سے قدم نکالا۔ اور میں نے تڑپ تڑپ کے جان دیدی۔

اصغر۔ (پیار کرکے) پیاری تم گھبراؤ نہیں۔ مجھ سے خود یہ کیونکر ہوگا کہ تمہیں چھوڑ کے چلا جاؤنگا۔ تو کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ تم میرے ساتھ چلو۔ آخر تم تو تعلیم پا چکی ہو۔ ہندوستان کی جاہل عورتوں کے خیالات تمہارے ہونے سے رہے۔ مجھے

نزدیک تو شاید تمہیں بھی پسند ہوگا وسیع دنیا کی سیر کرو۔ اور خدا کی خلقت کا تماشا دیکھو۔

حسنیٰ۔ (مسکرا کر) تو اب تمہارے ساتھ ملکوں ملکوں سیر کرتی پھروں۔

اصغر۔ اسمیں کچھ مضائقہ ہے۔ اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہندوستان کی تعلیم یافتہ لڑکیاں تمام دنیا کی سیر کریں۔ اور دیکھیں کہ اور ملکوں کی عورتیں کس ترقی کی حالت میں ہیں۔ ابھی کوئی مصر سے آگے بڑھ کے ٹرکی میں چلی جاؤ۔ تو وہ دیکھو۔ کہ وہاں کی مسلمان عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے زیادہ ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ انگریزوں کے دیکھ کے یہاں کے لوگ حیرت میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ ٹرکی کی مسلمان عورتیں انگریزوں سے بھی زیادہ تعلیمیافتہ ہوتی ہیں۔

حسنیٰ۔ خدا جانے وہاں کے لوگ کیسے ہیں کہ عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اور تو اور وہ نہیں ہیں۔ سید احمد خاں بھی تو رہتے تھے۔ جنکو اکثر مسلمان برا کہتے ہیں کہ انہوں نے دین میں خلل ڈالدیا۔ اور مسلمان سے سب قیدیں اٹھا دیتے ہیں سنتی ہوں وہ کہتے ہیں۔ لڑکیوں کو زیادہ نہ پڑھانا چاہیئے میں کہتی ہوں یہ انہیں کیا سوجھی۔ کیا انکے نزدیک لڑکیاں آدمی نہیں ہیں۔ کہ ہمیشہ جانور ہی رہیں۔

اصغر۔ ہاں انکی یہی رائے ہے۔ مگر وہ تو پرانے آدمی ہیں۔ اسیوجہ سے ابھی انمیں پرانی باتیں باقی ہیں۔ روز بروز یہ خیال دور ہوتے جاتے ہیں۔ جبتک یہ عورتیں پڑھائی لکھائی نہ جائینگی۔ اسوقت تک بچوں کی تعلیم ٹھیک نہ ہوگی۔

حسنیٰ۔ مگر ابھی تو جو کوئی سنتا ہے برا ہی کہتا ہے۔ اب مجھے ابا جان نے یہ دو چار کتابیں پڑھا دیں۔ تو اکثر لوگ ایسے خلاف ہوگئے۔ کہ کیا کہوں۔

اصغر۔ ہوا ہی چاہیئے تو اگلے زمانہ کی رسموں کو برتنا چاہیئے۔ بادشاہی میں ہندوستان کی عورتیں جاہل رہا کرتی ہیں۔ اسی سے سب کہتے ہیں۔ کہ دونوں میں عورتیں جاہل رہتی تھیں۔ تو اب کیوں پڑھیں لکھیں۔ مگر اب تو اکثر لوگ اپنی لڑکیوں کو پڑھانے لگے ہیں۔ صرف اتنی خرابی ہے کہ شریف لڑکیوں کی تعلیم پانے کا ہندوستان میں اب تک کوئی عمدہ انتظام نہ ہوسکا۔ اب بمبئی کی شریف ہندو لڑکیوں کے لیے بہت اچھا سکول کھل گیا ہے۔ مگر ہمارے ہاں کے مسلمانوں نے ابھی تک توجہ اس طرف نہیں کی۔

حسنے۔ تم لنڈن کو کہتے ہو۔ میں وہاں کی عورتوں سے ملوں۔ تو ان کے پڑھے لکھے ہونے کا مجھے یقین آئے۔

اصغر۔ ہاں اور تم نے نہیں سنا کہ بمبئی میں ہندو لڑکیوں کے لئے کیو نکر سکول کھلا۔ وہاں کی ایک شریف عورت پڑھنے کے لئے ولایت گئی تھی۔ وہاں سے آکے اسے خیال ہوا کہ اسکی قوم کی شریف لڑکیاں جاہل رہی جاتی ہیں پس اس نے فکر کر کے سکول کھلوا دیا۔

حسنے۔ اور وہ عورت ولایت چلی گئی کسی نے منع نہ کیا یا کسی کے ساتھ گئی تھی۔

اصغر۔ نہیں وہ اکیلی گئی۔ اور دو چار برس میں پڑھ کے چلی آئی۔ اگر تم لنڈن میں اپنی مسلمان بہنوں کو دیکھو گی۔ تو وہاں سے آکے تمہارا بھی جی چاہے گا کہ اپنی ہندوستان کی مسلمان بہنوں کو بھی جہالت کی بلا سے نکالو۔

حسنے۔ ہاں بات تو اچھی ہے اگر میں لنڈن کی سیر کر آؤں تو میرا حوصلہ بہت بڑھ جائے

اصغر۔ اور شہرت کتنی ہو۔ ہندوستان کا بچہ بچہ تمہارے نام کو عزت سے یاد کرے اخبار کی زبان پر تمہاری تعریف ہو۔

حسنے۔ معاف کیجئے میں اس شہرت سے باز آئی عورتیں نگوڑیاں مشہور ہو کے کیا کریں گی۔ میں مشہور ہونا ہرگز نہیں چاہتی۔

اصغر۔ کیا شہرت کوئی بری چیز ہے۔

حسنے۔ ہاں عورتوں کے لئے بیشک بری ہے کسی شریف عورت نے آج تک اپنا نام مشہور ہونے دیا۔

اصغر۔ اور اگلے دنوں میں جو مسلمان عورتیں مشہور ہو گئی ہیں جن کی آج تک تواریخوں میں شہرت ہے۔ کیا وہ شریف نہ تھیں۔ حضرت رابعہ بصرہ نے یہ بڑا گناہ کیا جو ایسی شہرت حاصل کی۔

حسنے۔ تو کچھ انہوں نے مشہور ہونے کی کوشش کی تھی۔ لوگوں نے مشہور کر دیا اسکو وہ بیچاری کیا کریں

اصغر۔ تو میں یہ کب کہتا ہوں کہ تم خود اپنا نام مشہور کرو گی۔ ہاں اولوالعزمی اور ہمت اور لیاقت سے کام کرو۔ لوگ تمہیں بھی بے تمہارے کہے مشہور کر دینگے۔

حسنے۔ ہاں ایسا ہو تو پھر کیا ہے۔

اصغر۔ اگر تم اپنی لیاقت کے موافق اولوالعزمی کا کام کروگی تو ایسا ہی ہوگا۔

حسنا۔ اچھا تو میں کچھ انکار کرتی ہوں میں تو ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو موجود ہوں۔ اب تو تمہاری ہو چکی۔ جو کہوگے وہی کرونگی۔ اور تو خیر مگر جب سے میں نے سنا ہے کہ عرب کے ملک میں تمہارے جانے کا ارادہ ہے۔ اسوقت سے مجھے البتہ بڑی خوشی ہے۔ شاید خدا حج کے ذریعہ سے گناہ معاف کرے جہاں تک ہوسکے جلدی چلو۔ میں ہر وقت تیار ہوں۔

اصغر۔ حج تو سب کے پہلے بلکہ ابھی تو میرا صرف حج ہی کا ارادہ ہے۔

حسنا۔ تو جلدی سامان کرو۔

اصغر۔ ابھی تو یہ ارادہ مشکل سے پورا ہوگا۔ سامان سفر کے لئے بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ میرے والد اتنے بڑے مالدار نہیں ہیں۔ کیوں میں ادھر ادھر سیر کرتا پھروں۔ جب میں اپنی قوت بازو سے کچھ سرمایہ فراہم کرونگا اسوقت البتہ سفر کرونگا۔

حسنا۔ روپیہ کیلئے تو تم پریشان نہیں ہوسکتے۔ ابا جان کو خدا بخشے لاکھ روپیہ میرے ہی نام سے بنک میں جمع کر گئے ہیں۔ جب انہوں نے انتقال کیا میں آٹھ برس کی تھی۔ اور وہ وصیت کر گئے تھے۔ کہ جب تک میں پندرہ برس کی نہ ہوں۔ اسوقت تک سود بھی اصل میں شامل ہوتا رہے۔ چار روپے ہزار کے حساب سے ملتا ہے۔ سات برس میں ایک سولہ ہزار اصل پر اور بڑھ گئے جب میں پندرہ برس کی ہوئی۔ اور چچا جان نے ماہوار سود وصول کرنا شروع کیا تو ایک لاکھ سولہ ہزار کی سود کی بابت دو ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپیہ ماہوار ملتے ہیں۔ چچا جان میری ہی طرف سے یہ روپیہ وصول کیا کرتے ہیں۔ اب تم وصول کیا کرو۔ ماہوار اتنا روپیہ تو بخوبی کافی ہوگا۔ اگر زیادہ کی ضرورت ہو تو اصل میں سے لو۔

اصغر۔ یہ تنخواہ صرف اکیلی تمہاری ہے۔ اسمیں کوئی اور شریک نہیں۔

حسنا۔ کوئی نہیں اکیلی میں ہی ابا جان کی لڑکی ہوں۔ اور کون شریک ہوتا۔

اصغر۔ پیاری حسنا تو میں نے مولوی محمد سعید پر بڑا ظلم کیا۔ اتنی بڑی ماہوار کی آمدنی انکے ہاتھ سے نکل گئی۔ واقعی انہوں نے بڑا کام کیا جو یوں آسانی سے

محبت کو منظور کر لیا اور کچھ نہ لوے۔ یہ روپیہ تو بہت اچھی طرح کافی ہے۔ ہم کو اصل میں سے روپیہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ماہوار تنخواہ ہی کافی ہے کہ ہم دنیا بھر میں جہاں چاہیں سیر کریں۔ مگر یہ انسانیت کے خلاف ہے۔ اگر میں ابھی سے تنخواہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں نہیں مجھے ہرگز منظور نہیں ہے۔ او پیاری حسنا میں تمکو چاہتا ہوں۔ تم مجھے مل گئیں۔ گویا میری سب تمنائیں پوری ہوگئیں میں اس تنخواہ کو نہیں چاہتا تھا۔ یہ مولوی محمد سعید صاحب ہی کو مبارک ہے۔

حسنا۔ واہ۔ تو کیا میں اپنی تنخواہ چھوڑ دونگی۔ یہ ہرگز نہ ہوگا اور انکو کچھ ضرورت تھوڑا ہی ہے۔ خدا نے خود انہیں کیا کم دیا ہے۔ وہ اپنے گھر سے خوش ہیں۔ اسی کے قریب انکی آمدنی ہے۔ مگر ہاں انکی آمدنی زمینداری۔ انہوں نے اپنا روپیہ بنک میں نہیں جمع کیا۔ اور وہ خود نہ لیں گے۔ تم دیکھ لینا۔ دو چار دن میں بنک کے نوٹ وغیرہ سب لاکے تمہارے حوالے کر دینگے۔ تمہارے مانگنے کی نوبت ہی نہ آئیگی وہ اس مزاج کے آدمی نہیں ہیں کہ کسی کی حق تلفی کریں۔

اتنے میں کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اصغر کمرہ سے باہر نکلا۔ تو قمرن کہہ رہی تھی آپ کو میاں عباس بلاتے ہیں آپ وہاں جائیے۔ میں بیوی کے پاس جا کے بیٹھوں گی۔

اصغر۔ اچھا تم اندر جاؤ۔ میں عباس کے پاس جاتا ہوں۔ کچھ معلوم ہے کیا کام ہے

قمرن۔ میاں میں نہیں جانتی ہوگا کوئی کام جب تو بلاتے ہیں۔

قمرن اندر حسنا کے پاس گئی۔ اور اصغر باہر عباس کے پاس جا کے کہنے لگا کیا کام ہے۔

عباس۔ اجی حضور سرآمد ہی نہیں ہوتے افسوس عشق نے کہیں کا نہ رکھا پہلے وہ بیتابیاں وہ بیقراریاں تھیں۔ اب خدا نے مراد پوری کی۔ آرزو بر آئی۔ تو زیارت ہی نہ ہوگی آپ تو شب و روز پیاری معشوقہ کی ناز برداری کرینگے۔ پڑھنے لکھنے کا کون۔

اصغر۔ اجی پڑھنا لکھنا کیسا۔ میرے نزدیک تو تم بھی چھوڑ دو۔

عباس۔ کیوں نہ ہو؟ اور کسی پر عاشق بھی ہو جاؤں۔ کیوں۔

اصغر۔ میں دل لگی کی راہ سے نہیں کہتا ہوں۔ انسان نوکری کیلئے پوشیدہ سعی کی ڈگریاں پاس کرتا ہے۔ اب ہمیں نوکری کی ضرورت نہیں۔

عباس۔ بیشک اسلئے کہ تمہیں حیدو کی نوکری کرتا ہے اور وہاں کوئی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ سب تمہارے لئے ہے۔ میں کیوں پڑھنا چھوڑ دوں۔
اصغر۔ تم تو اب مذاق سمجھتے ہو۔ سنو پیاری حسنا کی ماہواری تنخواہ اتنی کافی ہے کہ ہم سبکو نوکری کی ضرورت نہیں۔ دو ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے کہاں کے تھوڑے ہیں۔
عباس۔ کتنے۔
اصغر۔ دو ہزار آٹھ سو چونسٹھ۔
عباس نے ہنس کے اصغر کی صورت دیکھی اور ذرا ادھر ٹھیر ٹھیر کے کہا دو ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے کچھ پیسے اور کچھ کوڑیاں ہیں۔ تم بھول گئے۔
اصغر۔ یہی تو خرابی ہے۔ کہ تم اب تک مذاق سمجھے ہوئے ہو۔ پیاری حسنا کے والد محمد صدیق صاحب مرحوم نے چھ لاکھ روپیہ اسکے نام سے بنک میں جمع کر دیئے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حسنا کی نابالغی تک اس روپیہ کا سات برس کا سود بھی اصل میں جمع ہوتا رہا۔ اور جبکو چار برس سے مولوی محمد سعید صاحب وصول کرتے ہیں سب ملا کے سات لاکھ سولہ ہزار کا سود جسکا اب چار روپیہ ماہوار ملتا ہے۔
عباس۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ جس لڑکی کی ماہواری اتنی تنخواہ ہو۔ اس کو مولوی محمد سعید صاحب اس آسانی سے تمہارے حوالے کر دیں۔
اصغر۔ حسنا ایسی قسم کھا کھا کے کہتی ہے اور یہ بھی کہتی ہے کہ مولوی محمد سعید صاحب خود ہی آ کے ان روپیوں کے نوٹ دے جائینگے۔ وہ ایسے خود غرض آدمی نہیں ہیں۔
عباس۔ مجھے اس میں بھی شک ہے۔ کہ بالفرض یہ سچ بھی ہو تو مولوی محمد سعید صاحب یہ روپیہ تمہارے حوالے کر دیں۔
اصغر۔ میں نے تو حسنا سے کہا تھا۔ کہ مجھے اس روپیہ کی ضرورت نہیں میں صرف تمہیں چاہتا تھا۔ تم ملگئیں۔ اور روپیہ تمہارے چچا کو مبارک رہے۔
عباس۔ نہیں جی انہیں مبارک رہے۔ اگر اصل میں ہے تو آج نہیں چند روز بعد بھی وہ روپیہ تمہیں ضرور ملے گا۔ ہم بے شک لے لیں گے۔ مگر اصغر تو چین دیکھنا ہے۔ چند روز بعد تمہارے مزاج نہ ملیں گے۔
اصغر۔ میرے اور تمہارے مزاج نہ ملیں گے۔ کیا کچھ ہم تم جدا جدا ہیں۔

عباس ۔ خیر اسکی نسبت تو خدا کا شکر کرو ۔ کہ تمہاری سب آرزوئیں پوری ہوئیں
مگر اب ایک اور بکھیڑا پیدا ہوا ہے اور اسوقت میں نے تمہیں اسیواسطے بلایا تھا ۔
اصغر ۔ وہ کیا ۔
عباس ۔ تمہارے ایک رقیب پیدا ہوئے ہیں ۔
اصغر ۔ وہ کون صاحب ہیں ۔
عباس ۔ وہی جو اسروز تمہیں باغ میں ملے تھے ۔ جب تم اپنی معشوقہ سے باتیں کر رہے تھے
اصغر ۔ ہاں ہاں وہ ہمارے رقیب ہیں ۔ ماشا اللہ وہ ہیں کون صاحب
عباس ۔ وہ انہیں قاضی صاحب کے صاحبزادے ہیں ۔ جو پہلے تمہارا نکاح پڑھانے آئے تھے ۔ انہیں کیا تھا پہلے جسنے اکی نسبت ٹھہری تھی نہ ۔ اسوجہ سے وہ تمہارے رقیب ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ تم ان کی منگیتر کو بیاہ لائے ۔ ہوا ہی چاہیئے ۔ تم سے اسی لئے کہا کہ ذرا ان سے ڈرتے رہنا ۔
اصغر ۔ اچھا ڈرتا رہونگا رہنکر، کوئی چوہے کی بل ڈھونڈھ رکھو ۔ کبھی چھپنے کی ضرورت آپڑے ۔
عباس ۔ خیر ہنسی ہو چکی اس صاحبزادہ کا نام اسحاق ہے ۔ وہ بگڑ گئے ہیں ۔ اور کہتے ہیں ۔ یا اپنی جان دیدونگا ۔ یا اصغر کی جان لونگا ۔ میں دیکھتا ہوں ۔ وہ کوئی نہ کوئی فساد ضرور کریں گے ۔ انسان کوئی بات دل میں ٹھان لیا چاہیے ۔ پھر بہت جلدی پڑ جاتی ہے ۔ اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتے ۔ پھر بھی آئیں شک نہیں
ع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد ۔
اصغر ۔ عباس تم یہ صحیح کہتے ہو مگر میں اور کیا تدبیر کر سکتا ہوں ایک فسادی شخص کا یہی علاج ہے کہ اسکے ساتھ بھی فساد سے پیش آئے اور جہانتک ہو سکے اسے پریشان کیجئے ۔
عباس ۔ اگر مناسب دیکھو تو چار آدمی دروازہ پر اور تعین ہو ۔ جا ملیں نوکر رکھ دیا جائیں ۔ روپیہ کیطرف سے بھی اطمینان ہے اور جب تمنے یہاں بیٹھے ۔ تو خواہ زیادہ سے زیادہ آدمی نوکر رکھنے پڑینگے ۔ جسنا ایک امیرزادہ ہے ۔ [illegible] کر لیں تو رنٹ سٹروں لوٹں اسکے پاس بیٹھے رہتے ۔
اصغر ۔ بیشک آدمی بڑھا دیا جائے ۔ اسکے کام نہ چلیگا اور عباس دیکھو [illegible]

بیوی ہے، تم اور صفدر جیسے عزیز بھائی۔ جو کچھ ہو تم ہی ہو۔ کوئی غیر بھی نہیں ہو۔ اب نہیں یہ ہوسکتا کہ حسنیٰ تم دونوں سے پردہ کریں۔ وہ تمہارے سامنے آیا کریں گی اور تم اندر جا کے تمام معاملات کا انتظام کر دیا کرو۔ ہزار کچھ ہو مگر میں عمدہ طور پر انتظام نہیں کر سکتا یہ تمہارے کام نہیں چلیگا۔ ان باتوں سے مجھے کچھ علاقہ نہیں۔ تم جانو تمہارا کام جانے۔

عباس۔ نہیں میں خود نہیں چاہتا کہ حسنیٰ مجھ سے پردہ کریں اگرچہ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مگر انہیں میرے اور صفدر کے سامنے آنا پڑیگا۔

اصغر۔ میرا ارادہ سفر کا ہے۔ عرب اور دیگر ممالک کی سیر کرنا چاہتا ہوں اور یورپ کی تعلیم سے بھی مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ کیا اچھا ہوتا اگر پیاری حسنیٰ انکو ساتھ لیکر ہم اور تم، صفدر تینوں آدمی ایک اطمینان کا سفر کرتیں اور روپیہ کا یہ انتظام چاہتا ہوں۔ کہ واپسی کے وقت تک کیلئے یہ انتظام کر دوں کہ ماہواری سود ہر مہینہ میں اصل پر بڑھا دیا جائے کرے اور سردست اصل میں سے ایک لاکھ روپیہ لے کے چلا چلوں۔ اس بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔

عباس۔ تو تم جانتے ہو۔ کہ تمہارے خیال میں میں ہمیشہ سفر میں رہا کرتا تھا۔ تم نے کب اور کہاں کا ارادہ کیا۔ جہاں میں نے تمہارا ساتھ نہ دیا۔ اگرچہ وہ صرف ارادے تھے۔ مگر میں ابھی سفر کرنے کے خلاف ہوں۔ کم سے کم ایک سال تو تمہیں یہاں رہنا چاہیئے اور اگر ابھی فوراً سفر یا کوئی اور کارروائی اس قسم کی کروگے تو لوگوں کے طرح طرح کے خیال ہونگے

اصغر۔ خیال کیا ہونگے۔ اگر مولوی محمد سعید صاحب نے کاغذات لا کے حوالے کر دیئے تو میں ضرور ارادہ کرونگا۔ اور جو نہ دیئے تو خاموش ہو رہونگا۔

عباس۔ اچھا اسوقت دیکھا جائیگا۔ اب جا کے سو رہو۔ رات زیادہ آئی ہے۔ تمہاری پیاری جمال بیوی انتظار کر رہی ہونگی۔

پندرہواں باب

کبرے کی شادی

مولوی محمد صاحب اپنے گھر میں بیوی سے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور بیوی کی باتوں پر غور کر کے جواب دے رہے ہیں۔ راستے میں انکی بیوی نے کہا کہ کیوں حسنیٰ کے

جانے سے میرا گھر خالی ہوگیا۔ ایک اسکے ہونے سے کیسی آبادی تھی۔ مجھے زیادہ صدمہ جب ہوتا ہے جس گھڑی اپنی کپڑے کا خیال آجاتا ہے۔ یوں حسنی سے ملیٹھی باتیں کیا کرتی تھی۔ اور اب ایسی سست کردیتی ہے۔ گویا دنیا کے سارے لطف اسے بھول گئے۔ اکیلی بیٹھی کڑھا کرتی ہے۔ اور دل ہی دل میں گھبراتی ہے اب جسطرح ہوسکے۔ اسکی شادی کا بھی سامان کرو۔

مولوی صاحب۔ تم جب کہوگی بندوبست ہو جائیگا مگر یہ بتاؤ اب حسنے کو کب بلاؤ گی۔

بیوی۔ حسنے کو گئے آج آٹھواں روز ہے پرسوں تک بلالونگی۔ کیا کہوں۔ میں تو اب اسے بلاتی بھی ڈرتی ہوں۔ اسحاق نے ایسا اودھم مچا رکھا ہے کہ سن سنکے میرے حواس غائب ہوتے جاتے ہیں۔ اب میں بلاؤں۔ اور خدا نخواستہ اسحاق کوئی فساد کھڑا کردے۔ تو اصغر کو کیا جوابدونگی۔

مولوی صاحب۔ کیوں اسحاق نے کیا فساد کر رکھا ہے آخر اسکا منشا کیا ہے سنا تو میں نے بھی کچھ ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کیا مضمون ہے۔ تم نے کیا سنا ہے۔

بیوی۔ سنتی ہوں وہ اسی پر برہم ہے۔ کہ حسنے کا نکاح اصغر کے ساتھ کیوں ہوگیا بس اسی پر بگڑا ہوا ہے۔

مولوی صاحب۔ آخر تو کیا ہنگامہ اور فساد سے کیا نکاح چھوٹ جائیگا کچھ سڑی ہوا ہے یہ خدا کے کارخانے ہیں اور قسمت کے معاملات ہیں انمیں کسیکا دخل نہیں۔

بیوی۔ آخر وہ تو کچھ اپنے جی میں سمجھا ہوگا۔ جب تو اسطرح فساد پر آمادہ ہے کوئی اتنا نہیں کہ اسے سمجھا بجھا کے راضی کردے۔

مولوی صاحب۔ آخر قاضی صاحب نہیں سمجھاتے وہ تو سمجھدار آدمی ہیں۔

بیوی۔ انہیں کے کہنے میں آتا تو کیا خوف تھا۔ سنتی ہوں قاضی صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ یہی ضد کئے ہوئے ہے یا اپنی جان دونگا یا اصغر کی جان لونگا

مولوی صاحب۔ بیوقوف ہے۔ اصغر اور عباس بڑے لائق اور ہونہار لڑکے ہیں اور بات ہے کہ ہمارے عزیزوں اور خاندان میں نہیں ہیں۔ مگر ان کی لیاقت کو یہاں کے لڑکوں میں سے کوئی نہیں پہنچتا۔ میں ایسے دانا ہوشیار اور سنجیدہ لڑکے آجتک کہیں نہیں دیکھے۔ اسحاق انکی دشمنی سے خود خراب ہوگا۔

بیوی۔ خیر وہ چاہے ہوشیار ہوں۔ مگر میں جنی کو بلاتے ہوئے تو ڈرتی ہوں بیٹھے بٹھائے کوئی فساد اٹھ کھڑا ہو تو کیا کروں۔

مولوی صاحب۔ سب باتیں ہیں۔ بلانا ہے تو شوق سے بلاؤ کوئی کچھ کر سکتا ہے مجال پڑی ہے۔

بیوی۔ تمہارے نزدیک کوئی بات ہی نہیں۔ اور میرے دل میں جب سے سنا ہے ایک ہول سما گئی ہے۔ اچھا تو پرسوں بلا بھیجونگی۔ مگر کچھ اسکا بندوبست کرو اسحاق اس فساد سے باز آئے۔

مولوی صاحب۔ کچھ یہ معلوم ہے۔ کہ اسحاق کا منشا کیا ہے۔ تو کوئی تدبیر بھی کیجائے۔ اچھا ایک بات میرے خیال میں آتی ہے کہ اگر کبرے کا نکاح اسکے ساتھ کر دیا جائے۔ تو کیا تمہارے خلاف نہ ہوگا۔

بیوی۔ تھا تو اچھا مگر اسحاق نے اس معاملہ میں کچھ ایسی شرارتوں پہ کمر باندھی ہے۔ کہ اس کی طرف سے دل ہٹ گیا۔

مولوی صاحب۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اور واقعی یہ بڑے شرم کی بات تھی کہ جو لڑکی اسکے ساتھ نامزد ہو چکی ہو۔ اسکو غیر شخص بیاہ لے جائے جان دینے پہ آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اسکا تم خیال نہ کرو۔

بیوی۔ تم خوب سمجھ لو۔ اور میرے نزدیک تو اسکے سوا اور کوئی خزانے نہیں۔ ہے آخر جنے اسکو بیاہی جاتی سنتی ہوں۔ لیاقت بھی اچھی ہے۔

مولوی صاحب۔ لیاقت کیا اچھی۔ مگر ہاں یہ کہو کہ اور لڑکوں کے دیکھتے برا بھی نہیں ہے۔ تم ایک کام کرو۔ قاضی صاحب کی بیوی کو بلا بھیجو۔ پہلے ان سے کہو۔ کہ اپنے لڑکے کو سمجھائیں۔ اور باتوں باتوں میں موقعہ ملے تو یہ ذکر بھی چھیڑ دو۔

بیوی۔ اور سب کچھ ہوگا۔ مگر مجھ سے کبرے کے لئے یہ الٹی درخواست نہ کی جائے گی۔ جو سنے گا کہے گا۔ ہاں تم کسی کے ذریعہ ان کے کان تک پہنچا دو وہ خود آکے چھیڑیں۔ ہاں میں منظور کر لوں گی۔

مولوی صاحب۔ تم عورتوں کی ان رسموں نے اور حیران کر رکھا ہے اب میں کس سے کہوں۔ اچھا خیر تم جانے دو۔ میں قاضی صاحب سے

خود گفتگو کرونگا۔

بیوی۔ نہیں تم بھی نہ کہنا تمہارا ویسا ہی ہے جیسا میرا کہنا کسی اور سے کہلواؤ

مولوی صاحب۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نہ تو خود کہنے کا وعدہ کرتی ہے اور نہ مجھے کہنے دیتی ہے اور میں کسی سے کہلوا سکتا ہوں۔ میں تو خود ہی کہونگا۔

بیوی۔ سمجھے کیا شوق سے کہو۔ دنیا بھر میں ایک تو تو ہی نام نکلا ہوا ہے اب اور نہ نکلیگا میری بلا۔

مولوی صاحب۔ آخر کیا کروں۔ اچھا تم اس نیک بخت کو بلا بھیجو جو اس روز آئی تھی۔ کیا نام ہے۔

بیوی۔ کون وہ جو کبرے کو پڑھانے آیا کرتی تھی زینب۔

مولوی صاحب۔ ہاں۔ ہاں۔ زینب۔ انکو بلا بھیجو اور کہو کہ اپنی طرف سے ذکر چھیڑیں لیکن تم بھی قاضی صاحب کی بیوی کو بلا کے اتنا ضرور کہنا کہ اسحاق کو سمجھا بجھا کے راضی کرو۔ اسبارہ میں ہم بے بس ہو گئے۔ اور جو کہو کرنیکو سر آنکھوں پر موجود ہیں۔

مولوی محمد سعید بیوی کو سکھا پڑھا کے چلے گئے۔ بیوی نے اسیوقت زینب کو بلا بھیجا۔ دو تین گھنٹہ کے بعد زینب تشریف لائیں۔ اگرچہ خود داری اور نکھٹے دن تھے۔ مگر خوب بن سنور کے آئیں تھیں ڈولی سے اترتے ہی کبرے کی ماں کے پاس گئیں اور کہنے لگیں کیوں کیا کام تھا۔ خدا کی قسم میں گھبرا گئی تھی۔ کہ یہ بیوقت کیوں یاد کیا۔

بیوی۔ اب تو آئی ہو۔ اب ذرا دم لے لو۔ تو بیان کروں۔ بڑا ضروری کام ہے۔

زینب۔ خیر تو ہے۔

بیوی۔ خوشی کی بات ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ وہاں (اپنے کمرہ کی طرف اشارہ کرکے) چل کے بیٹھوگی۔ تو کہونگی۔

زینب۔ اچھا تو مجھے الجھن ہوتی ہے۔

بیوی۔ نہیں تو جلدی ہی پڑ گئی۔ یہ کہہ کے کبرے کی ماں زینب کو لیکر اپنے کمرہ میں گئیں۔ پان بنا کے دیا۔ مزاج پرسی کی۔ ادھر ادھر کی صلاح دریافت کرتی رہیں۔ جب کبرے کی ماں دیر تک یہی باتیں کرتی رہی تو زینب نے کہا اب کہوگی بھی یا ٹالا کروگی۔ میں جسقدر جلدی کرتی ہوں۔ تم اسیقدر ٹالتی ہو۔

بیوی۔ تمہاری جلدی نے تو غضب کر دیا۔ اچھا تو سنو۔ اس روز حسنیٰ کی شادی میں تم تو موجود ہی تھیں۔

زینب۔ ہاں ہاں۔ میرے سامنے تو لڑکی رخصت ہوئی ہے پھر کیا ہوا۔ خیریت تو ہے۔

بیوی۔ گھبرا نہ جاؤ سب خیریت ہے۔ اب اسحاق نے ایک آفت مچا رکھی ہے کہ حسنیٰ کو اصغر کیوں بیاہ لے گیا۔

زینب۔ صدمہ تو اسے بہت بڑا ہوا ہوگا۔ اور وہ جو کرے بجا ہے۔ بلا سبب منگیتر کو دوسرے کے حوالہ کر دینا تمہارا ہی کام تھا۔

بیوی۔ تم کیا جانو۔ اس میں پیچ ہی ایسا پڑ گیا۔ اے وہ جو ہونا تھا ہوا۔ یہ بتاؤ۔ کہ اب کیا تدبیر کیجائے کہ اسحاق ان باتوں سے باز آئے۔

زینب۔ میں اسکی کیا تدبیر کر سکتی ہوں۔ کبریٰ کے ابا سے کہو۔ قاضی صاحب سے کہینگے۔ تو کسی نہ کسیطرح اسحاق کو راضی کر لیں گے۔ ہزار کچھ ہو پھر انکا بیٹا ہے۔ اور پرائے بیٹے پر میرا کیا اختیار ہے۔ وبس اسی لئے بلایا تھا۔

بیوی۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ بہن ایک بات میں تم سے مشورہ کرونگی۔ تم ذرا سمجھ کے جواب دینا۔ اگر میں اپنی کبریٰ کو اُسے بیاہ دوں۔ تو کیا۔

زینب۔ (سوچکر) کوئی بری بات نہیں ہے۔ یہ تم نے خوب سوچی۔ قاضی صاحب بھی خوش ہو جائیں گے۔ اور خود اسحاق کے بھی آنسو پونچھ جاویں گے۔ اور بیوی تم چاہے جو کہو اسحاق برا لڑکا نہیں ہے۔

بیوی۔ تم تو اسحاق کو پسند کرتی ہو۔ اور بہن میری کبریٰ کی ابھی کہیں نسبت نہیں ٹھیری ہے۔ عزیزوں میں جو لڑکے ہیں انکو بھی تم جانتی ہو اور میں بھی جانتی ہوں۔ اور سب لڑکوں کے دیکھنے کو تو ضرور غنیمت ہے۔ کبریٰ کے ابا سے بھی آج میں نے ذکر کیا تھا۔ وہ سن کے تو چپ ہو رہے۔ مگر راضی معلوم ہوتے ہیں۔

زینب۔ نہیں جسطرح ہو سکے۔ انکو راضی کرو۔ میں سچ کہتی ہوں۔ ایسا اور لڑکا اس شہر میں نہ ملیگا۔

بیوی۔ پھر یہ بات تمہارے ہی اختیار میں ہے۔

زینب۔ مجھے اسمیں کیا دخل۔

بیوی۔ اب میں اپنی طرف سے تو درخواست نہیں کرسکتی ہوں۔ کوئی اور قاضی صاحب کو راضی کرے۔ جب ان کی طرف سے درخواست ہوگی۔ میں بھی منظور کرلوں گی۔
بہن اسلئے میں نے آج تمہیں بلایا۔ تم نے ایک دن کے لئے قاضی صاحب کے ہاں چلی جانا اور اپنی طرف سے دیکھے قاضی صاحب اور انکی بیوی کو راضی کردو۔ مگر بہن دیکھو۔ میرا نام نہ آئے۔ تم دنیا کی باتیں جانتی ہو۔ انہوں نے ایک غیر لڑکے کے ساتھ حسنی کا نکاح کردیا اسی پہ زمانہ بھر میں نام رکھا جاتا ہے۔ اب اس بارہ میں کوئی ایسی بات ہوئی تو میں کہیں کی نہ رہونگی۔ تم سے زیادہ اچھی طرح اسکام کو کوئی اور نہ کرسکیگا اور تم نے کبریٰ کو پڑھایا ہے۔ تمہارا حق بھی ہے۔

زینب۔ میں سر آنکھوں سے اس کام کے لئے موجود ہوں۔ کل ہی قاضی صاحب کے ہاں چلی جاؤنگی۔ بہت دنوں سے گئی نہیں ہوں۔ وہ شکایت بھی کریں گے۔ میں راضی کرکے قاضی صاحب کو خود تمہارے پاس بھیجدوں گی۔ وہ بھی راضی ہوجائینگے انکو جو شکایت ہے۔ اسکا دفعیہ سوا اسطرح کے اور کسیطرح بھی نہیں ہوسکتا۔ مگر کہہ دونگی۔ کہ پہلے اپنے بیٹے کو راضی کرلیں۔ پھر تم سے چھیڑیں۔

بیوی ہاں ہاں اتفاق سے ضرور کہدیں۔ اصل میں تو اسی کی خوشی سے مطلب ہے۔

زینب۔ تو اب ڈولی منگوادو میں اسیوقت چلی جاؤں۔ کل وہاں جانا ہے آجکل گھر میں کوئی نہیں ہے۔ یوسف اپنی نوکری پہ مراد آباد گیا ہوا ہے۔ اسکی بیوی اپنے میکہ میں ہے کلثوم اپنی سسرال گئی ہے بالکل اکیلی ہوں۔ سارا گھر کا کاج میرے ہی سر ہے۔

کبریٰ کی ماں۔ اے تو کیوں بہو کو بلوا کیوں نہیں لیتیں۔

زینب۔ ہاں بلواؤنگی۔ ابھی گئے پندرہ روز بھی تو نہ ہوئے ہونگے۔ اچھا دیر نہ کرو

کبریٰ کی ماں۔ کھانا کھا لو۔ پھر چلی جانا۔

الغرض زینب تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہو کے چلی گئی دوسرے ہی دن قاضی صاحب کے ہاں گئی۔ اور انکی بیوی سے یہ تذکرہ چھیڑا۔ اور چھوٹتے ہی راضی ہو گئیں۔ اور قاضی صاحب کو بھی راضی کرلیا۔ ہاں بیٹے کو بلا کے علیحدہ لیگئی اور کہنے لگی۔ بیٹا تم حسنی کے لئے دل میں غم کھاتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ تم لڑکے ہو۔ خدا نخواستہ لڑکی تو ہو نہیں سکتی کوئی الزام دے۔ حسنی کی ایسی دو ہزار لڑکیاں تمہارے لئے ابھی موجود ہو سکتی ہیں اور

اب تو میرے نزدیک جو بات ہو چکی۔ اس کے پیچھے اپنے آپ کو مٹا دینا بالکل بیکار ہے اگر تم راضی ہو۔ تو میں خود مولوی محمد سعید کی بیٹی کبرے کیلئے تمہاری گفتگو کروں۔ وہ لڑکی بھی بڑی لائق ہے۔ پڑھی لکھی ہے۔ اور میں تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں۔ ایسی صورت ہے کہ میں کیا کہوں۔

اسحاق۔ اماں جان۔ مجھے آپ کے فرمانے سے عذر نہیں اور مجھے چنداں ضرورت نہیں۔ آپ کی جو رائے ہو مجھے منظور ہے۔ صرف اسقدر خیال تھا۔ کہ مولوی محمد سعید نے مجھ میں کیا برائی دیکھی جو ایک غیر شخص کو مجھ پر ترجیح دی۔

قاضی صاحب کی بیوی۔ بیٹا جان لوجہ کے ان بیچاروں کو الزام دیتے ہو جب حسنی خود ایسی باتیں اختیار کرلے۔ تو کیا کریں۔ ہمیں انکی کوئی خطا نہیں اور تم تو بیٹا خوش ہو۔ خدا نخواستہ میرے گھر میں آتی اور ایسی باتیں کرتی۔ تو کیا ہوتا۔ خدا کا شکر کرو کہ مولوی محمد سعید نے خود نسبت چھوڑ دی۔ اور اگر تمہیں یہی خیال ہے کہ اس میں تم پر کوئی حرف آتا ہے۔ تو اس وقت جاتا رہیگا۔ جب تم کبرے کو بیاہ لاؤ گے۔ جو تمہیں الزام دیتے ہیں وہ یہ نہ سوچیں گے۔ کہ اگر مولوی محمد سعید کے نزدیک اسحاق میں کوئی برائی ہوتی۔ تو اپنی بیٹی کیوں دیتے۔ اس سے اچھی کوئی بات نہیں ہے۔ اب تم اس بات پر اصرار کرو کہ کبرے نکاح میں آجاوے۔

اسحاق۔ مجھے آپ کے حکم سے انکار نہیں ہے۔ اگر آپ کے نزدیک مناسب ہے اور ابا جان بھی راضی ہوں تو یہی سہی

قاضی صاحب کی بیوی۔ انکو بھی یہی خوشی سے منظور ہے میں ذکر کر چکی ہوں۔

اسحاق۔ تو بہتر۔

قاضی صاحب کی بیوی۔ اب میں کل مولوی محمد سعید کے ہاں جاؤں گی تمہیں اگر کچھ عذر نہ ہو تو ابھی سے کہدو۔ میں سنتی ہوں۔ تم حسنی کے دولہا کے دشمن ہو رہے ہو اگر کبریٰ کو نکاح میں لانا ہے تو تمہیں اقرار کرنا پڑیگا کہ اب اس قسم کی باتیں نہ کرو گے

اسحاق۔ آپ تشریف لیجائیے۔ میں اب ان سے کسی قسم کی عداوت نہ رکھونگا۔

قاضی صاحب کی بیوی۔ اچھا اب تم جاؤ۔ میں سب باتوں کو طے کروں گی

زینب راضی کر کے اسی روز قاضی صاحب کے گھر سے اپنے گھر آئیں اور دو گھڑی کو کبرے کے ہاں جا کے انکی ماں کو اطمینان دے کے مبارک دے آئیں۔ دوسرے دن قاضی صاحب کی بیوی مولوی محمد سعید کے ہاں گئی اور کبرے کی ماں کو الگ لیجا کے کہنے لگی۔ بہن سنو تم مجھ کو دھوکہ دے کے حسنی کا بیاہ اور لڑکے سے کر دیا۔ اس کا اسحاق کو بڑا صدمہ ہے اور تم جانتی ہو کہ میرا ایک ہی لڑکا ہے۔ مجھے اسکا رنج کسی طرح گوارا نہیں ہے اور اس امر میں اسکا کہنا حق بجانب ہے۔ تم تو اچھی رہیں مگر میرے لڑکے میں تو عیب آگیا۔ اب اسکا عوض یوں ہی ہو سکتا ہے۔ کہ اسحاق کو اپنا لڑکا سمجھ کے کبرے سے اسکی شادی کر دو۔ کسی بات میں میرا لڑکا کسی سے کم نہیں۔ اور باقی خاندان کا حال تم خود جانتی ہو۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

کبری کی ماں۔ بہن مجھے کسی بات میں عذر نہیں ہے۔ اس پر تمھیں اختیار ہے اور حسنی کا ذکر جانے دو خود مجھے صدمہ ہوتا ہے کبرے تمھاری ہی ہے اسپر تمھیں اختیار ہے اور اسحاق کو سمجھا دو میں سنتی ہوں۔ وہ میری حسنی کے دولہا کا دشمن ہو رہا ہے اب تو یہ قسمت کا لکھا تھا۔ قسمت سے کوئی لڑ سکتا ہے۔

قاضی صاحب کی بیوی۔ میں نے سمجھا دیا ہے۔ وہ خود بھی راضی ہے۔ اب جا کے پھر سمجھاؤں گی۔ کچھ ودسری ہے۔ جب تم اسے اپنی فرزندی میں لے لوگی۔ تو پھر شکایت کیا رہیگی۔ تم خود کہہ دینا۔ وہ تمہارے خلاف ہرگز نہ کریگا۔

کبری کی ماں۔ ہاں بس اسی بات کا خیال تھا۔ میں انہیں راضی کر لوں گی تم جا کے شادی کا سامان کرو۔

ادھر مولوی محمد سعید کو عجلت تھی۔ ادھر قاضی صاحب کو بھی ایک امر میں زک پا چکنے کے سبب سے کچھ ایسا تجربہ ہو گیا تھا۔ کہ ایک ہی ہفتہ میں دونوں طرف سے سارا سرانجام ہو گیا۔ اور بڑی دھوم سے دونوں کی شادی ہو گئی

سولھواں باب

[illegible]

عباس۔ اب تم کو پڑھنے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ [illegible]

شائد یہی رائے ہوگی۔

اصغر۔ یہ نہیں کیونکر معلوم ہؤا اب مجھے پڑھنے لکھنے کی ضرورت نہیں اور وہ خود بھی میرے نزدیک اگرچہ میں لکھنؤ کا رہنے والا ہوں۔ مگر تم بھی جانتے ہو۔ کہ وہاں کے نواب زادوں کا مجھ پہ بالکل اثر نہیں پڑا ہے۔ میری نسبت تو تمہیں ایسا خیال نہ کرنا چاہیئے تھا

عباس۔ میرے نزدیک ہی نہیں۔ یہ ہندوستان کا عام خیال ہے کہ شادی انسان کی طالب علمی اور فکر معیشت دو متضاد عمروں کے درمیان ایک حد فاصل ہے اور جب تم یہ حد طے کر گئے۔ تو طالب علمی کیونکر کر سکتے ہو۔ اور یہ خیال صرف ہندوستان کا نہیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قدرت ہی نے معین کر دی ہے اب معمولی طور پہ تمہارا وہ زمانہ تھا۔ کہ فکر معیشت کرتے۔ روپے پیسہ کیطرف چونکہ خدا نے تمہیں بے پرواہ کر دیا ہے۔ تمہیں اسکے عوض میں اپنی پیاری ماہ طلعت کی ناز برداری کرنا چاہیئے۔

اصغر۔ بیشک میں اپنے دل کی مالک جسکی ناز برداری کرونگا۔ مگر اسمیں کچھ اسبات کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ میں دنیا کے نیک و بد پہ خیال نہ کروں اور بالکل بے پرواہ ہو جاؤں۔ عباس عشق سے جسقدر برا اثر پڑنا تھا پڑ چکا اب کوئی برا اثر نہ پڑیگا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نکاح میری زندگی کی اصلاح کر دیگا۔

عباس۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اچھا اب تمہارا کیا قصد ہے۔ جسنے تمہارے قبضہ میں آگئی۔ مولوی محمد سعید نے اسکی ملکیت کے نوٹ اور اسکی تمام جائداد تمہارے سپرد کر دی اب سوا اسکے کہ تم فارغ البالی اور بے پرواہی کی زندگی گذارو اور کیا باقی رہا ہے ایک رقیب پیدا ہؤا تھا۔ امید تھی۔ کہ کچھ دنوں اس کی باتوں میں کل چسپیاں رہیں گی۔ مولوی محمد سعید نے اپنی بیٹی کا عقد کر کے اسے بھی راضی کر دیا۔ تم ہی بتاؤ۔ کہ اب تمہارے لئے کیا رہا ہے۔

اصغر۔ اصل میں پوچھو تو بہت بڑی ضرورت باقی ہے میں کئی روز سے اسی فکر میں ہوں۔ اتنی بڑی مقصدوری اور کامیابی کا کیا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ دنیا اور قانون ضرورتا اوراسکے ساتھ بھی یہی کہہ رہے ہو۔ کہ طالب علمی اور ترقی کی زندگی اس نکاح پہ ختم ہوگئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ ابھی مجھے دنیا میں بہت کچھ سیکھنا ہے۔

عباس۔ مگر تم ہی اسرور کہہ رہے تھے کہ اب لکھنا پڑھنا ہمیں چھوڑ دینا چاہیئے۔

اصغر۔ بیشک یہ تو اب بھی کہتا ہوں۔ تم میرا مطلب نہیں سمجھتے تھے۔ میں اپنی زندگی کے دس بارہ برس ایسی حالت میں گذارنا چاہتا ہوں کہ اخلاقی ترقی کروں دنیا کی مختلف قوموں کے اخلاقی حالات پر نظر ڈالوں کیا تم نے سفر کا ارادہ فسخ کر دیا۔

اصغر۔ جب وہ چلنے کو خود ہی موجود ہیں۔ تو پھر کیا ہے ہماری یہ مختصر جماعت جس میں تم اور صفدر ہوگے اور میں ہونگا۔ اور میری حسنہ کامیابی کے ساتھ اپنا سفر ختم کریگی۔ اور بڑے لطف سے گذریگی۔

عباس۔ حسنہ ہزار راضی ہوں۔ مگر ابھی مصلحت کے خلاف ہے انکے عزیز و اقارب نہائیت برہم ہوں گے۔ مولوی محمد سعید کو ہرگز گوارا نہ ہوگا کہ حسنہ کو اسقدر جلد تم یہاں سے لے کے چلے جاؤ اور وہ بھی اتنے بڑے دور دراز سفر پر۔

اصغر۔ تم چاہو کچھ ہی کہو۔ مجھے اس معاملہ میں عجلت ہی ہے۔ دنیا کے نزدیک تمام قصے اور واقعات عشق کیسا تھ تمام ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر میں اپنے قصے کو ہرگز تمام نہ ہونے دونگا۔ مجھے دنیا کو دکھانا ہے کہ ایسی شادی جیسی کہ میری ہوئی۔ شریف طبیعتوں اور دلوں پر کیا اثر ڈالتی ہے۔ تم اسباب کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ کہ میں حسنہ کے روپیوں میں سے کچھ وصول کر لوں۔

عباس۔ یہ کوئی دشوار نہیں ہے۔ جب حسنہ اپنا روپیہ خود مانگیں تو کون روک سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی تمہیں پانچ چھ مہینے توقف کرنا چاہیئے۔ ابھی ہندوستان اتنی آزادی کا متحمل نہیں ہے۔

اصغر۔ تو میں کہیں اور جانے کا تھوڑا ہی نام لونگا۔ میں تو صرف حج کے نام سے جانا چاہتا ہوں اور حج مجھ پر فرض بھی ہے۔ انسان جب مالدار ہو۔ اس کو چاہیئے خدا کیلئے پہلے تیار ہو۔ متمول ہونے کے بعد مجھ پر فرض ہو گیا ہے۔

عباس۔ حسنہ ہزار راضی ہوں۔ مگر ابھی میں اسکی بھی رائے نہ دونگا۔ کیونکہ آجتک

ف۔ عباس۔ ہم تو چلیں گے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ پیاری حور وش حسنہ تم سے کیونکر چھوڑی جائیگی۔ نہ تم انہیں چھوڑو گے نہ وہ تمہیں چھوڑیں گی۔

ہندوستان میں کس نے شادی کرتے ہی حج کا ارادہ کر دیا ہے۔ جو تم کرو گے۔ کیا
تم کو ایسا کام نہیں ملتا۔ جو یہاں رہ کے کرنے کا ہو۔

اصغر۔ جو حالت آجکل میری ہو رہی ہے۔ ایسی حالتوں میں ہمیشہ انسان کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوا کرتے ہیں۔ میرے دل میں ہزار ہا قسم کی باتیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔ مگر خدا جانے کیوں سفر کی ایسی دھن سوار ہو گئی ہے۔ کہ میں ہزار غور کر کے سوچتا ہوں۔ لیکن یہاں رہ کے کرنے کا کوئی کام میرے خیال میں نہیں آتا۔ تمہیں کچھ سمجھ کے رائے دو۔ تم بھی اچھی طرح میری حالت کا اندازہ کر لو

عباس۔ یہاں رہ کے تم کوئی تجارت کا کارخانہ جاری کر دو۔

اصغر۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ اور میری طبیعت کا بالکل اندازہ نہ کیا اس قسم کے کاموں میں میرا سا آدمی مستعدی کر سکتا ہے۔ میں تو ان اطراف کے مسلمانوں میں ہر پیشہ کو تجارت کے مناسب نہیں پاتا۔ اور نہ میری طبیعت کو تو ذرا لگاؤ نہیں علاوہ بریں اتنے ہندوستان کو صرف ان لوگوں کی ضرورت ہے جو اپنی اغراض سمجھ سکیں۔ ہمارے اعلیٰ اور پاک نفس لیڈر مرحوم ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر نے اسی خیال کو مقدم رکھا ہے۔ اور شکر کی جگہ ہے۔ کہ ان کو اب کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب ایسے کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جو جن کی کثرت ہے اور جب میرا یہ خیال ہے تو میں کسی تاجرانہ کارخانہ کو محض ذاتی غرض کی منفعت پر قائم کیا جاتا ہے۔ ترقی دیکھتا ہوں۔ اگر مجھے فکر ہے تو صرف اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کی

عباس۔ اچھا تو اپنی قوم کو دینیات کا بھی فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ یا ان کی دنیاوی فلاح میں۔

اصغر۔ میرے اعتقاد میں اسلام کی اصلی غرض یہی ہے کہ انسان اپنی اخلاقی اور دنیاوی زندگی میں اعلیٰ کمال کو پہنچ جائے۔ آسمان نے اپنی روحانی اخلاق کی تعلیم دی ہیں۔ ساری خرابی ان لوگوں کی غلطی سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اخلاقی ترقی کو روحانیت سے جدا سمجھتے ہیں۔ اس غلطی نے مسلمانوں میں باہم اختلاف ڈالا اور ان کو اس ادبار کی حالت تک پہنچا دیا۔

عباس۔ اگر تمہارا یہی خیال ہے تو درست تم اپنی عمر توں کی

تعلیم کی طرف متوجہ کرو۔ اس سے کچھ پند و نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور تم اپنی بیوی کی تعلیم زندگی کی مدد سے بہت کچھ کر سکتے ہو۔

اصغر۔ یہی ہوتا تو اس سے کیا بہتر تھا۔ مگر تم میری پیاری معشوقہ کے حالات سے بالکل ناواقف ہو۔ جسکی تعلیم بیشک اچھی ہوئی ہے اسکی کتابیں بھی ختم ہو گئی ہیں عربی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی ہے۔ کیونکہ ادب کی کتابیں اسنے زیادہ محنت کر کے پڑھی ہیں۔ انگریزی میں اگرچہ کچی ہے۔ مگر تھوڑی محنت میں کامیاب ہو سکتی ہے لیکن اسکو کیا کہا جائے کہ اسنے ایسے گھر میں ایک ایسی صحبت میں رہکے پڑھی ہیں جنمیں نہ کوئی وسیع خیالات کی عورت تھی۔ نہ کوئی ایسی تھی جسپر تعلیم کا ذرا بھی اثر پڑا ہو۔ تعلیم کا نتیجہ عمدہ صحبت دکھا سکتی ہے۔ صرف پڑھ لینے سے تو میرے نزدیک انسان کو کچھ بھی نہیں آتا۔ تم اسکول اور کالج میں بھی دیکھ چکے ہو۔ جو لڑکے عمدہ صحبت میں رہتے ہیں انکو کتنے تیز ہوتے ہیں اور جنکو یہ صحبت نصیب نہیں ہوتی ہے وہ سب کچھ پڑھ جاتے ہیں۔ مگر جاہل کے جاہل رہتے ہیں۔ میری پیاری جسنے جو اس سن تک جاہل اور بے عقل عورتوں کے ساتھ ایک مکان میں چاردہ دیواری میں پڑھ جائے مگر اسکے خیالات کب ترقی کر سکتے ہیں اگر اسے دنیا کی ہوا کھلائی جائے اور ملکوں کی تعلیم یافتہ مسلمان خاتون میں رہے تو البتہ کوئی کام مفید کر سکے گی۔ اور میں اسی غرض سے اسے سفر کرانا چاہتا ہوں۔ مجھے پیرس اور لندن کا شوق نہیں ہے۔ میں تو مصر۔ ٹرکی اور قسطنطنیہ کی عصمت مآب خاتون سے اسے ملانا چاہتا ہوں۔

عباس۔ ہاں تو میں کب منع کرتا ہوں۔ مگر یہ البتہ میری رائے ہے کہ چند روز توقف کر کے اس سفر کا ارادہ کرو۔ آخر تمہیں کون عجلت ہے کہ سال بھر کے بعد سفر شروع کیا جائے۔ اصغر۔ بیشک مجھے عذر بھی ہے یہ بھی تم جانتے ہو کہ اب جسقدر زمانہ گذر گیا عشرت پسندی میں گذر گیا۔ اس عشرت پسندی کو برس ڈیڑھ برس گذر گیا۔ تو میں راحت طلبی کا عادی ہو جاؤنگا۔ اور میرے کیا منحصر ہے میرے ساتھ تم بھی عادی ہو جاؤ گے۔ پھر ہمارے کئے کچھ نہ بنے گا۔ جو کچھ کرنا ہو۔ اس کے لئے اسی وقت تیار ہو جاؤ۔

عباس۔ نہیں اگر تمہارا جوش سچا ہے۔ تو کبھی فرو نہ ہوگا۔

اصغر۔ مجھے کیا معلوم میرا جوش سچا ہے یا نہیں۔ اسپر زیادہ اصرار نہ کرو میں اس ارادہ سے باز نہ آؤنگا۔

عباس۔ اور مجھے تو اسبات کا بھی یقین نہیں کہ حسنے اتنی جلدی اپنے عزیز و اقربا کو چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور ایک ایسے دور دراز ملک کی تیاری کر دیں۔ ہزار کچھ ہو۔ پھر وہ ہندوستان کی ہیں۔ میرے خیال ہی میں نہیں آتا۔ کہ ایک حسنے کی ایسی امیر اور ناز و نعم کی پلی ہوئی لڑکی جسکو سب برادر عزیزوں نے عشرت پسند بنا دیا ہو جو ایک ادنی سی مصیبت کو بہت بڑا تصور کرتی ہو۔ اتنے بڑے مصائب سفر برداشت کر لینے کو کیونکر مستعد ہو جائے گی۔ نہیں۔ وہ اپنے دل سے کبھی نہ راضی ہوئی ہونگی صرف تم نے راضی کر لیا ہوگا۔

اصغر۔ میں اپنی پیاری معشوقہ کو کس بات پر مجبور کرتا۔ یہ تمہارا غلط خیال ہے چلو خود چل کے دریافت کر لو۔ یہ کہہ کے صفدر اور عباس کو ساتھ لیا۔ اور اندر لیجا کے پری خانہ میں پہنچکر کہنے لگا۔ لو پوچھ لو وہ جھوٹ نہیں کہیں گی۔

معشوقہ ماہ سیما پری جمال بیٹھی ایک کتاب دیکھ رہی تھی۔ عباس کو چونکہ نہایت لائق اور ہوشیار سمجھے ہوئے تھیں۔ لہذا اسکی صورت دیکھتے ہی شرم سے کتاب بند کر دی اور پلنگ سے اتر کے مودب بیٹھ گئی۔ مگر ہندوستان کی شریفانہ باعصمت بی بی کے مذاق کیموافق آنکھیں ندامت اور حیا سے نیچے جھکی ہوئی تھیں انسانی طبیعت کا خاصہ کہ اپنے سے زیادہ لائق شخص کے سامنے اُسی قسم کی لیاقت ظاہر کرتے ہوئے انسان کو ایک حجاب سا مانع ہوا کرتا ہے۔ خصوص ایک لڑکی کے لئے جسکا پیرا طبقہ عام رواج کیموافق جاہل رہا کرتا ہے یہی خیال اسوقت حسنے پر غالب آگیا۔ ایک خفیف خفیف پسینہ سا اسکی جبیں تابناک پر نمایاں ہوا۔ جس نے حسن کی شمع کو اور روشن کر دیا۔ اور گویا اسکے چہرے سے ایک دلفریب کی تجلیاں جھلکتی تھیں اور دلدادہ اصغر کے دل میں آگ لگا دیتی تھیں۔

اصغر تو خاموش بیٹھا تھا۔ اور حسنے کے اسوقت کے دلربا عالم کو کچھ از خود رفتگی کچھ حیرت اور کچھ فخر و ناز کیساتھ دیکھ رہا تھا۔ مگر عباس نے تھوڑی دیر توقف کرکے کہا

اور حسنیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ہیں انشاءاللہ آپ سے کچھ دریافت کرنے آیا ہوں۔

حسنیٰ۔ فرمائیے مجھ کو اگر معلوم ہو گا۔ تو ضرور بتا دوں گی۔

عباس۔ جی ہاں۔ آپکو معلوم ہے۔ بلکہ آپ کے اصغر کا اسی پر منحصر ہے مجھے آزمانا ہے کہ یہ سچ بولتے ہیں یا جھوٹ۔

حسنیٰ۔ (مسکرا کر) کسی کے جھوٹے سچے ہونے کا حال میں کیا جانوں۔

عباس۔ میں بس اسقدر چاہتا ہوں کہ میں جو کچھ پوچھوں۔ آپ سچ سچ بتا دیں۔ مجھے خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ جھوٹے ہیں یا سچے۔

حسنیٰ۔ تو آپ پوچھئے جو کچھ پوچھئے گا میں بتا دونگی۔

عباس۔ کیا آپ اسی سال حج کا ارادہ کرتے ہیں۔ مجھے یہ سنکر بڑا تعجب ہوا کہ آپ ایسی لائق اور فہمیدہ لڑکی ہیں۔ ایسی زبردستیوں کے نکاح کے بعد اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کے اتنا بڑا سفر کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

حسنیٰ۔ انکا یہاں دل نہیں لگتا۔ اور گھبراتے ہیں۔ ان پر خود ہی سفر سوار ہے میں نے بھی کہا کہ اکیلی رہ کے کیا کروں گی۔ تمہارے ساتھ میں بھی چلوں گی۔ اور آخر یہ تجویز قرار پا گئی۔ کہ اسی سال بینک سے کچھ روپیہ لیا جائے۔ اور ہم [illegible] شریف کی زیارت کو چلیں۔

عباس (اصغر سے) فرمائیے اب آپ جھوٹے ثابت ہوئے یا سچے آپ تو فرماتے تھے۔ کہ خود حسنیٰ اصرار کرتی ہیں اور مجبور کرتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ صرف آپ کی وجہ سے انہوں نے یہ سفر گوارا کیا ہے۔

اصغر۔ بیشک میں نے کہا تھا اور اب بھی یہ کہتا ہوں یہ تجویز میری ہے مگر چاہتا ہوں کہ یہ اپنی خوشی سفر کرنے پر تیار ہو جائیں اور صد شکر کہ یہ راضی ہیں۔ میری بھی غرض تھی کہ [illegible] تجویز میں نے پیش کی ہوں۔ بلکہ یہ خود اپنی رضا و رغبت سے چلتی ہیں۔

عباس۔ خیر جو کچھ ہوا آپ جھوٹے ثابت ہوئے (حسنیٰ سے) آپ فرمائیے۔ [illegible] میں آپ کی کیا رائے ہے۔ میں تو خلاف ہوں۔ [illegible] [illegible] آپکی پاک محبت کو جائز طور پر قبول کرایا اگر کوئی اور ہوتا تو پھر معلوم ہوتا کہ [illegible] ہے۔ اور [illegible] کیسی [illegible]

کرنی پڑتی ہیں۔ اب انکو ایسا نہ تنگ کیجئے۔ کہ ناچار آپکی کسی قسم کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں۔ میں تو ان کے تمہارا جانے کی بھی مخالفت کرتا ہوں۔ ڈر انکو ہوا ہے کہ تم اگر اتنی دور دراز ملک کو روانہ ہوگی تو نہ معلوم سے چچا اور چچی جان کے دل پر کیا گذریگی انہیں جیسے تم سے محبت ہے۔ اسکا حال بھی تمکو معلوم ہوگا۔

حسینہ۔ اس میں شک تو نہیں کہ انہیں مجھ سے بڑی محبت ہے۔ اور اگر مجبور کرکے اجازت لوں گی تو چاہے زبان سے ہاں کر دیں۔ مگر دل سے کبھی راضی نہ ہوں گے پھر آخر کیا کروں انہیں سمجھاؤ جب پر سفر کا وقت سوار رہتا ہے۔ خدا جانے کیا ہے۔ یہ خیال کسی طرح ان کے دل سے نہیں نکلتا۔

عباس۔ (اصغر سے) لو اب کیا کہتے ہو۔ میرے نزدیک تو اپنے ارادہ سے باز آؤ۔

اصغر۔ کیونکر باز آؤں۔ میرے نزدیک تو اب ہمیشہ گھر میں رہنا قید خانہ میں رہنا ہے۔ جب انسان آزادی سے زندگی نہ گذار سکا تو وہ حالت قید کی حالت سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ اور یوں جو تمہاری رائے ہو۔ یہ کہہ کے اصغر کسیقدر سست سا ہوگیا۔

عباس۔ میں تو یہی کہتا ہوں اگر جانا ہے تو چند روز کے بعد ارادہ کرو۔

حسینہ۔ تو آپ اس امر میں زیادہ مخالفت نہ کیجئے۔ میں ہر طرح راضی ہوں۔ اور اگر ابا جان منع بھی کرینگے تو صرف سمجھانے کے طور پر وہ مجبور کریں گے۔

اگرچہ حسینہ عباس کے خیال کی تھی۔ مگر اسکے پاک محبت کے جذبے ہوتے ہوئے دلکو یہ گوارا نہ ہوا کہ اصغر کی خواہشوں پر اتنا بڑا ظلم کیا جائے۔ اس نے عباس کو بھی روک دیا اور خود آمادہ ہوگئی۔

عباس۔ تو اچھا اب سامان کرنا چاہئے۔ پہلے تو بینک سے روپیہ واپس لینے کی درخواست کیجئے۔ ہاں اسوقت کوئی دقت تو پیش نہ آئیگی۔

حسینہ۔ اب یہ تم جانو میرے نزدیک تو کوئی دقت نہیں۔ جب ایک چیز امانت رکھوائی گئی ہے۔ تو اسکے لینے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔

عباس۔ شاید انہیں تمہارا روپیہ دینے میں لوگوں کو تامل ہو۔ کیونکہ اصغر کا تبدیلیٔ

ہی کھٹکا ہوگا۔ لیکن کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ کس بنا پر روک سکتے ہیں۔ جب جناب
مولوی محمد سعید صاحب ہی تو وہ نہ روکیں اور نہ انکے روکنے سے کچھ ہو سکیگا۔

حسنہ۔ تمہیں اور کسی قسم کا سامان تو نہیں کرنا ہے۔

اصغر۔ اور سامان کیا کرنا ہے۔ روپیہ مل جائے۔ بس دس بیس روز چل کھڑے ہونگے۔

عباس۔ اور ابھی تو موسم حج کو ایک مدت پڑی ہے اگر تم اسوقت قصد کروگے تو لوگوں کو یہ گمان ہوگی کہ حج کیلئے اتنا پیشتر کیوں جاتے ہیں۔

حسنہ۔ ہاں ابا جان کو اس بات کا ضرور خیال ہوگا۔ اور خدا جانے دل میں وہ کیا سمجھیں۔

اصغر۔ میں کہدونگا کہ مدینہ کی زیارت میں حج سے پہلے کرونگا اور مدینہ میں چند روز ٹھہرنے اور رہنے کا بھی ارادہ ہے۔

عباس۔ تم اسوقت سب باتوں کا جواب دیدوگے۔ مگر سب لوگوں کو یقین بھی آجانا مشکل ہے۔ خیر اب ارادہ کر دیا ہے تو تردد نہ کرنا۔ خواہ مخواہ سب لوگ مجبور ہوکے اجازت دے ہی دینگے۔ زیادہ خیال مجھے ان کی طرف (اشارہ کرکے) ان بیچاری کا ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی اب تک عیش و عشرت میں گذری اور اب ایک اتنے بڑے سفر کی بلائیں سہیں۔

حسنہ۔ میرا خیال نہ کرو میں تو سب طرح کی مصیبتیں انکے ساتھ جھیل لونگی۔

عباس یہ گفتگو کرکے کسیقدر خاموش ہوگیا اور باتیں کرنے سے چپ ہوتا تھا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی خیال میں ڈوب گیا ہے بلکہ اصغر نے اسکے سکوت کو خلاف امید پاکے کئی بار اسکے بلوانے کی بھی کوشش کی مگر وہ جس امر پر غور کر رہا تھا اسپر غور کرتا رہا۔ آخر دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور اصغر سے کہنے لگا۔

اصغر مجھے یقین ہے کہ تم مجھے اپنا دوست اور خیر اندیش ضرور جانتے ہوگے۔

اصغر۔ (ہنسکر) یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات تھی۔ تم اسوقت کہاں ہو۔

عباس۔ کیا بتاؤں کہ کہاں ہوں۔ یہاں ہوں جہاں مجھے اسطرف خیر بینی کے اسباب نہیں نظر آتے۔ اچھا اتنا اور بتاؤ کہ تمہیں کسیقدر میری خاطر کرنیکا بھی خیال ہے۔

اپنے دل میں کسی حد تک میرا دعوے ابھی تسلیم کرتے ہو یا نہیں۔

اصغر۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم سے زیادہ مجھے کسی کی خاطر منظور نہیں ہے اور میں سچ کہتا ہوں۔ کہ تم سے زیادہ میرے دل میں اور کسی کی جگہ نہیں۔

صفدر (صفدر بات کاٹ کے اپنے مذاق کے موافق) پیاری حسنیٰ سے بھی زیادہ۔

اس جملہ کو حور وش حسنیٰ نے تو شرم سے سر جھکا لیا اور اصغر کو یا اپنے دل میں چڑھ کے کہنے لگا۔ اس بات کا کون محل تھا۔ ہر شخص کی محبت ایک خاص حیثیت سے ہوا کرتی ہے جس وجہ سے میں عباس سے محبت کرتا ہوں وہ اور حیثیت ہے۔ اور جس وجہ سے میں نے پیاری حسنیٰ کو دل دیا وہ دوسری حیثیت ہے۔

عباس۔ تو تمہارے کہنے سے معلوم ہوا کہ اگر میں کسی بات پر اصرار کروں گا میری خاطر سے تم اسکے خلاف نہ کروگے۔

اصغر۔ بے شک مجھ سے تمہاری دلشکنی تو نہ کی جائیگی۔

عباس۔ اچھا تو میری خاطر سے بالفعل تم سفر کے ارادہ سے باز آؤ۔ یہ سال گذر جانے دو۔ آیندہ سال موسم حج میں قصد کرنا۔ میرے نزدیک یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جو تم جانے پر اسقدر اصرار کر رہے ہو۔

اصغر۔ عباس۔ تم مجبور کرتے ہو۔ میرا دل کسیطرح نہیں مانتا اور یہ برس ڈیڑھ برس سخت تکلیف میں گذرے گا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اتنے دنوں میں میری زندگی کیسی حالت میں بسر ہوگی۔ خیر اچھو خواہ مخواہ یہیں رہونگا۔

عباس۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں۔ کہ تم نے میری بات مان لی (حسنیٰ کی طرف دیکھ کے) کیوں اب تو آپ بھی خوش ہوئی ہونگی۔

حسنیٰ۔ مجھے کوئی زیادہ خوشی نہیں ہوئی۔ میں نے اب جکا ساتھ دیا اسکا ساتھ دینے میں کسی بات کی پرواہ نہ کرونگی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر جاتے تو ابا جان کے خلاف کرتا مگر میں انکی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتی۔ چاہیے ناراض کیوں نہ ہو کیا ساری دنیا کبھی ہے لیکن میرے اور انکے اختیار میں نہیں ہوں۔

اصغر۔ خیر اب اس ذکر کو جانے دو۔ اب تو ارادہ فسخ کر دیا گیا۔ جب خدا کو منظور ہوگا دیکھا جائیگا مگر عباس یہ بتاؤ جو تم نے روک تو لیا اب اتنے دنوں تک یہاں زندگی کیونکر گذرے گی۔

عباس۔ کتب تواریخ کی سیر کرنے کیلئے علیگڈھ سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں ہے ہمارے مقدس ریفارمر مولینا آنریبل سر سید احمد خاں بہادر کی کوششوں سے کالج کے متعلق اور نیز انکا ذاتی دونوں کتبخانہ ایسے اچھے قایم ہوگئے ہیں کہ اسلامی تاریخی واقعات معلوم کرنے کیلئے علیگڈھ ہندوستان بھر میں اول جگہ ہے اور اتنے دنوں کے یہاں کے قیام میں تم مولوی محمد سعید صاحب اور دیگر انکے اعزا اقربا کو مانوس بنا دو۔

اصغر۔ بہتر ہاں کسیقدر دلچسپی تو ہو جائیگی۔

حسنیٰ۔ ضرور۔ اب صبح کو اباجان کے ہاں جاؤنگی۔ انہیں بلا بھیجا ہے اور تاکید کردی ہے۔

عباس۔ ضرور۔ آپ کل صبح سویرے ہی چلی جاؤ۔ اور اسکا ہمیشہ خیال رکھے گا۔ کہ آپ کے ہاں گھر میں کسیکو شکایت یا رنج کا موقعہ نہ ملے۔ اصغر کی بھی اسی بات میں خوشی ہے جسمیں انکی خوشی ہو۔

حسنیٰ۔ نہیں وہ آپ لوگوں سے خفا نہ ہونگے۔

عباس اور صفدر اصغر کمرے کے باہر چلے آئے۔ اور اس بات کا قطعی فیصلہ ہو گیا کہ سفر اب اس سال نہ شروع ہو جائے۔ بلکہ سال آئندہ موسم حج میں کامیاب اور بلند حوصلہ جماعت اپنے وطن کو چھوڑے گی۔

ستر ہواں باب

شورہ خار وحشت کھینچ تلوار مجھے کھجلائے ہے

عباس اور صفدر اپنے کمرہ میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور مختلف قسم کے معاملات پر رائے زنی کرکے اپنا دل بہلاتے ہیں۔ صفدر کو اتفاقاً وطن یاد آیا اور کہنے لگا۔ کتنا زمانہ ہوا کہ ہم لوگوں نے وطن کی صورت نہیں دیکھی اصغر کی شادی کے پہلے اکثر جانیکا اتفاق ہوا کرتا ہے اب تو گویا وطن کا خیال ہمارے دل ہی سے نکلگیا۔ اور وہاں کچھ ایسی تشویش پیدا ہوگئی۔ کہ ہر ہفتہ میں کوئی نہ کوئی آدمی ضرور جاتا ہے۔

عباس۔ اگرچہ ماں باپ اور وطن حتے الامکان نہیں چھوڑتے اور نہ خود انسان کو چھوڑنے کی ہدایت ہوتی ہے۔ مگر ہم سے تو گویا وطن اور سارے عزیز اقارب چھوٹ گئے

اگرچہ ان معاملات میں ہمکو کوئی دخل نہیں اچھا یا برا جو کچھ کیا۔ اصغر نے کیا لیکن جب ہم نے اصغر کا ساتھ دیا ہے تو گویا ہم نے بھی سبکو چھوڑ دیا۔

صفدر۔ تو کیا اگر اصغر ہم سے ملتے رہیں گے۔ تو وہاں کے سب لوگ ہم سے چھوٹ جائیں گے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔

عباس۔ بیشک چھوٹ جائیں گے۔ اور چھوٹ گئے تمکو نہیں معلوم کہ غیر کفوں میں شادی ہونے کا کیا اثر اور کیا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

صفدر۔ سچ پوچھو تو اصغر نے کیا بھی برا۔

عباس۔ یہ تو تم غلط کہتے ہو۔ اصغر نے ہرگز برا نہیں کیا۔ محبت کرنا اور بھی پاک محبت کوئی گناہ نہیں ایک مسلمان باعصمت لڑکی سے نکاح کرنا کوئی گناہ نہیں ہاں یہ اور بات ہے کہ ہماری خاندانی جھوٹی تقلید نے انہوں نے ان باتوں کو ناجائز ثابت کر دیا تم ہی کہو اس ناجوازی کی کون بات ہے خدا اور رسول سب کے نزدیک جائز ہے۔

صفدر۔ اور لکھنؤ سے ہمارے احباب میں سے جو کوئی آجاتا ہے وہ کس قدر پریشان کرتا ہے ہر شخص نام رکھنے کو موجود ہے۔

عباس۔ جی ہاں عقل تو کسیکو چھو نہیں گئی ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ اصغر نے کتنی عمدہ جگہ شادی کی۔ ایسی شادی ہمارے عزیزوں میں کسیکو نہیں نصیب ہوسکتی شرافت لیاقت حسن و جمال، عزت و دولت کس بات میں جسنے اُنکی سے کم ہے ان خراب اگلی رسموں کا نتیجہ یہ ہوگیا ہے کہ میاں بیوی میں چاہے ایکدن نہ بنے شب و روز جوتی پیزار میں گذرے۔ دونوں کو ایکدوسرے کی صورت سے نفرت ہو۔ یہ سب گوارا مگر یہ نہ ہوا کہ لڑکا یا لڑکی اپنی خوشی اور اپنی مرضی کے موافق نکاح کرے۔

صفدر۔ وہ جو چار روز ہوئے گھر سے آئے تھے۔ حیدر حسین انکی باتیں سنیں تمہیں ناک میں دم کر دیا۔ اصغر تو اصغر انہوں تو میرا ناک میں دم کر دیا۔ انکی کوئی بات طعن و تشنیع سے خالی ہی نہ ہوتی تھی۔

عباس۔ ہاں مجھ سے بھی کہتے تھے۔ مگر میں نے تو صاف صاف جواب دیا اور کہدیا کہ تمہاری آنکھوں پر تو تعصب کی پٹی بندھی ہے۔ تمہیں کسی بات میں نیک و بد تمیز نہیں۔

اتنے میں اصغر بڑا ہنستا ہوا چہرہ شادمانہ لئے باہر گیا ہوا تھا۔ اصغر کے ہاتھ میں ایک موٹی کتاب تھی۔ اور خندہ پیشانی سے عباس کی طرف دیکھتا ہوا چلا آتا تھا۔ عباس نے اسی مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔ کہاں سے آتے ہو اور یہ خوشی کس بات کی ہے۔

اصغر۔ آج ایک نہایت عمدہ کتاب ملگئی۔ ایک صاحب ہیں آج ان سے ملاقات ہوگئی۔ کتب تواریخ کا ذکر آیا اور انہوں نے یہ کتاب دکھائی اور کہا میں اسکا نام بھی نہیں جانتا کہ کون کتاب ہے مگر قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہایت عمدہ عربی تاریخ ہے میں دیکھنے کیلئے لیتا آیا ہوں۔ تمہارا جی چاہے تم بھی سیر کرنا۔

عباس۔ چھپی ہوئی ہے۔

اصغر۔ نہیں جی قلمی ایسی کتابیں کہیں چھاپی جاتی ہیں۔

عباس۔ خیر آج کوئی خط تو نہیں آیا۔ آجکل تو گھر سے روز ایک نہ ایک خط آتا ہے وہ چاہے گھر سے نہ آئے۔ مگر لکھنؤ سے ضرور آتا ہے۔ عزیزوں کے علاوہ دوستوں نے کسقدر حیران کر رکھا ہے اور پھر کچھ خط و کتابت پر ہی موقوف نہیں۔ بعض بعض حضرات تو یہاں آن کے سر پر نازل ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے۔ ہم لوگ کب تک ہدف تیر ملامت رہتے ہیں۔

اصغر۔ تم ہی جانو میں انہی اسباب سے ہندوستان کی سکونت کے خلاف تھا۔ اور یہ معلوم تھا۔ کہ اعزا و اقربا میں بیٹھنا مشکل تھا۔ جس بات کا خوف تھا۔ آخر اسکا سامنا ہوگیا۔ حیدر حسین نے تم سے کچھ کہا ہو۔ مگر میرا ناک میں دم کر دیا تھا خدا کی پناہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت یہی سوال کرتے تھے کہ تم نے گھر میں چھوڑ کے یہاں کیوں شادی کر لی۔ آخر ایک روز جھلا کے میں نے کہہ دیا خوب کیا میرا جی چاہا کر لی آپکو اس میں کیا دخل۔ بہت بگڑے اور کہنے لگے مجھکو دخل نہیں تو ملنے کہا بالکل نہیں۔ مجھ سے نہایت ہی ناراض ہو گئے ہیں۔ دیکھئے گھر میں جا کے کیا کیا لگاتے ہیں حالانکہ مجھے کسی کی پروا نہیں۔ صرف والدین کی دلشکنی اور ناراضی کا خیال ہوتا ہے مگر کیا کیا جائے اور انشاءاللہ انکو بھی کسی دن راضی ہی کر لونگا۔

عباس۔ ان لوگوں کے کہنے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔ مجھے جس بات کا خیال تھا اور ہے وہ یہ تھا کہ عزیزوں کی رضامندی کے متعلق ہے۔

ن لوگوں کی سمجھی سے تمہارے لئے کہ بقدر خوف کا مقام تھا، اگرچہ اب تجربہ ہو گیا ہے کہ وہ لوگ

نایاب کتب

فن پہلوانی یعنی داؤ پیچ

اب کسی کو بھی لاغر بدن نہیں رہنا چاہیئے۔ کیونکہ فن پہلوانی چھپکر تیار ہوگئی ہے جس میں پہلوانی کے متعلق ۱۱۰ تصویریں دکھائی گئی ہیں۔ اور اتنی ہی قسم کے داؤ پیچ۔ پٹ پچھاڑ۔ دھکا چک۔ کسوٹا۔ ڈنڈ پکڑ بھٹا۔ دھوبی پٹرا۔ کلا جنگ۔ سکل گھوڑا۔ ہتک پسار۔ کمر گھوڑا۔ کمر پٹا۔ گج بیر۔ سواری۔ قینچی۔ وغیرہ وغیرہ کئی قسم کے درج ہیں۔ یہ کتاب عام لوگوں کیواسطے عموماً خالی از فائدہ نہ تھی۔ طالب علموں۔ نوجوانوں جسمانی طاقت کے خواہشمندوں کو یہ کتاب ضرور خریدنی چاہیئے۔ مصنف نے اس کو نہایت عمدہ پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ قیمت صرف (۱۲/-)

جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی کی سوانح عمری

جس میں تمام حالات یعنی اصلی واقعات کو قلمبند کر کے پبلک کے سامنے جنم ساکھی کا فوٹو پیش نظر کیا جاتا ہے
قیمت صرف (۱۰/-)

رہبر گھڑ لیسازی یا بازار گھڑ لیسازی

گھڑ لیسازی کے متعلق جس قدر کتابیں ملسکتی ہیں۔ اُتنے عملی گھڑ لیساز نظر نہیں آتے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کتابوں کو پڑھکر آج تک کوئی بھی شخص گھڑ لیساز نہیں بن سکا۔ اور نہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں ایسے موٹے اور بے ہنگام الفاظ بھرتی کیئے جاتے ہیں۔ جنہیں ہر شخص کے لئے سمجھنا دشوار کام ہے۔ لیکن ہم نے جو رہبر گھڑ لیسازی تیار کر دیا ہے اسمیں تمام ہدایات بالکل کھلی اور مشرح ہیں۔ ہر صفحہ میں کئی کئی تصاویر اور نقشے دیکر نفس مضمون کو واضح کر دیا گیا ہے انجان سے انجان شخص بھی اس کتاب کو پڑھکر اس مضمون پر قادر ہے۔ باتصویر قیمت

جنکم راسٹشر مالک تجارتی کتبخانہ لوہاری دروازہ لاہور

مجرب ادویات

داڑھی مونچھ اگانیوالا اور اُن کو بڑھانیوالا تیل

بغیر مونچھ و داڑھی کے بھی مردوں کا چہرہ کیسا بے رونق اور بلا رعب والا معلوم دیتا ہے۔ جس وقت کسی صاحب کے چہرہ پر مونچھوں کی کمی ہوتی ہے۔ یا کسی بیماری کے وقت ان کا صفایا کرا دیا جاتا ہے تو آپ نے بارہا دیکھا ہوگا۔ کہ وہ چہرہ کیسا ڈراؤنا معلوم دیتا ہے چہرہ کی خوبصورتی دس حصہ گھٹ جاتی ہے۔ کسی شاعر نے ان کی صفت میں کیا خوب کہا ہے۔

دوہا

بلا بچا کے استری بلا مونچھ کے جوان ٭ بیتو ر پھیکے لگیں بلا سپاری پان

ہمارا تیل مونچھ داڑھی کو بڑھا کر خوشنما بنا دیتا ہے۔ نئی روشنی کے شائقین یا کہ جنکو مونچھیں بڑھانے کا شوق ہے۔ ضرور اس تیل پر توجہ دیں۔ قیمت فی شیشی بارہ آنہ .... ۱۲؍

روغن حسن افزا

آب و ہوا کی خرابی اور بعض بے اعتدالیوں سے اکثر مستورات کے پستان وقت سے پہلے خراب ہو کر حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ یہ مرض دودھ پلانے سے بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنے بعض احباب کے اصرار پر یہ روغن ایسا ایجاد کیا ہے۔ کہ جس سے [illegible] و شیریں کی طرح کرخت آجاتی ہے۔ اور ہمیشہ کے [illegible] قیمت فی شیشی دو روپیہ ۲

[illegible] اس کتاب کی تعریف [illegible]

المشتہر [illegible]